فروری ۱۹۸۹ء

ماہنامہ

حکمتِ قرآن

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

حرفِ اوّل	عاکف سعید	۲
ہدایت القرآن (قسط ۲۹)	مولانا محمد تقی امینی	۳
کاروانِ حدیث (۱)	عبدالرشید عراقی	۱۱
مقدمۂ لغات و اعرابِ قرآن (۲)	پروفیسر حافظ احمد یار	۱۴
کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاعر تھے؟	مولانا اخلاق حسین قاسمی	۴۳
منشورِ اسلام (۱۱)	ڈاکٹر محمد رفیع الدین	۵۱
تبصرۂ کتب	ادارہ	۶۰

مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور

تصانیف ڈاکٹر اسرار احمد

	اعلیٰ	اشاعتِ عام
مسلمانوں پر قرآنِ مجید کے حقوق	۸-۰۰	۶-۰۰
راہِ نجات (سورۃ العصر کی روشنی میں)	۸-۰۰	۳-۰۰
قرآنِ حکیم کی سُورتوں کا اجمالی تجزیہ	۱۲-۰۰	
مطالعۂ قرآنِ حکیم کا منتخب نصاب	۱۵-۰۰	
قرآن اور امنِ عالم	۲-۰۰	
دعوت الی اللہ	۳-۰۰	
رسُولِ کامل ﷺ	۱۰-۰۰	۵-۰۰
نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت		
نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلّق کی بنیادیں	۴-۰۰	۲-۰۰
معراج النبی	۴-۰۰	
شہیدِ مظلوم (حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ)	۵-۰۰	۳-۰۰
سانحۂ کربلا (شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا اصل پس منظر)	۴-۰۰	۳-۰۰
اسلام کی نشاۃِ ثانیہ: کرنے کا اصل کام	۲-۰۰	
اسلام میں عورت کا مقام	۱۲-۰۰	۶-۰۰
عظمتِ صوم	۲-۰۰	
عید الاضحیٰ اور فلسفہ قربانی	۴-۰۰	

وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

(البقرة: ۲۶۹)

ماھنامہ

حکمتِ قرآن

لاھور

جاری کردہ: ڈاکٹر محمد رفیع الدّین، ایم اے، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ، مرحوم

مدیر اعزازی: ڈاکٹر ابصار احمد ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی،

معاون مدیر: حافظ عاکف سعید، ایم اے (فلسفہ)

مینجنگ ایڈیٹر: اقتدار احمد

جلد ۸ | فروری ۱۹۸۹ء جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ | شمارہ ۲

— یکے از مطبوعات —

مرکزی انجمن خدام القرآن لاھور

۳۶۔ کے۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاھور فون: ۸۵۶۰۰۳

کراچی آفس: ۱۱ داؤد منزل متصل شاہ بخاری۔ شاہراہ لیاقت کراچی فون: ۲۱۶۵۸۶

سالانہ زرتعاون: ۴۰/- روپے فی شمارہ: ۴/- روپے

مطبع: آفتاب عالم پریس، ہسپتال روڈ لاھور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اوّل

سروس انڈسٹریز لمیٹڈ کے ڈائریکٹر جناب نذر محمّد صاحب قرآن حکیم کی جانب لوگوں کو متوجہ کرنے اور اس کتاب عظیم کا فہم عام کرنے میں دلچسپی ہی نہیں رکھتے عملی طور پر اس کے لیے کوشاں بھی ہیں۔ پچھلے دنوں انہوں نے ایک مختصر سا پمفلٹ طبع کرا کے ہمیں بھجوایا ہے۔ جو سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد کے مترجم اور شارح علامہ وحید الزمان خان کے ارشادات پر مشتمل ہے۔ قرآن حکیم کے حوالے سے اس پمفلٹ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے حکمت قرآن کی پشت پر شائع شدہ مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور کے قیام کے مقصد میں بھی بعینہٖ یہی فکر کارفرما ہے۔ علامہ وحید الزمان سنن ابن ماجہ کی حدیث نمبر ۹۷۶ کی تشریح کرتے ہوئے حاشیے میں لکھتے ہیں :

"افسوس ہے کہ مسلمانوں نے قرآن شریف کو مدت سے بالائے طاق رکھ دیا۔ ہزاروں میں سے ایک بھی مسلمان ایسا نظر نہیں آتا جو قرآن کو سمجھ کر پڑھے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔

جس مسلمان کو دیکھو قرآن کا ادب اور اس کی تعظیم بہت کرتا ہے آنکھوں سے لگاتا ہے اس کا جزدان اور شیرازہ بہت عمدہ بناتا ہے۔ اس پر طلائی لکیریں کرتا ہے اور سونے اور چاندی کے رنگا رنگ نشان آیتوں پر لگاتا ہے لیکن کبھی یہ توفیق نہیں ہوتی کہ قرآن کو ایک بار بھی اوّل سے لے کر اخیر تک سمجھ کر پڑھے اور جو حکم قرآن میں آئے ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔

قرآن اس لیے اُترا تھا کہ مسلمان قیامت تک اس کو خدا کا قانون سمجھ کر ہمیشہ اُس پر چلتے رہیں لیکن مسلمانوں نے اس کو تیجے، دسویں اور چہلم کے لیے مخصوص کر دیا اور بعضے مسلمان اور دنوں میں بھی پڑھتے ہیں مگر صرف تبرک کے لیے اس کے لفظوں کو طوطے کی طرح رٹ جاتے ہیں۔ معنیٰ اور مطلب سے کچھ غرض ہی نہیں گو یہ بھی ثواب سے خالی نہیں ہے مگر اصل غرض قرآن کی فوت ہو کر صرف اتنا ہی باقی رہ جانا انتہائی افسوس کا باعث ہے۔ اور بعض مسلمان تو ایسے دیکھے گئے ہیں کہ وہ قرآن میں فال دیکھتے ہیں آئندہ کی بھلی یا بُری بات کی خبر اُس میں سے نکالتے ہیں۔ کچھ اُس کو تعویذ بنا کر گلے میں لٹکاتے ہیں۔ یہ سب لغو باتیں ہیں۔

عمدہ غرض قرآن کی جس کے لیے قرآن اُترا وہ یہی ہے کہ ہر ایک مسلمان جتنا ہو سکے اس کو سمجھ کر پڑھے اور اس کے نصائح اور احکام پر عمل کرنے کی شب و روز کوشش کرتا رہے۔"

(باقی صفحہ ۶۴ پر)

مولانا محمد تقی امینی

قیادت کی تبدیلی اور امّت کی عالمی قیادت کا اعلان

اوپر یہ ثابت کیا گیا تھا کہ بنی اسرائیل دینی قیادت و سرداری کے لائق نہیں رہے۔ اب ایک نئی امت کی عالمی قیادت کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ ابتداء سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور خانہ کعبہ کے ذکر سے ہے ان دونوں سے دنیا کے لوگ ناواقف نہ تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عظمت سبھی کے نزدیک مسلم تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے تھے حضرت اسحاقؑ و حضرت اسماعیلؑ۔ حضرت اسحاقؑ کی نسل سے بنی اسرائیل تھے اور حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے وہ لوگ تھے جن کو اب قیادت سپرد کی جا رہی ہے۔

اسی طرح خانہ کعبہ کی مرکزیت شروع ہی سے مسلم تھی۔ وہ خالص اللہ کی عبادت کے لئے اللہ کا قدیم ترین گھر تھا جس کو کہا جاتا ہے کہ حضرت آدمؑ نے بنایا تھا اور جس کی از سر نو تعمیر باپ بیٹے (حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ) دونوں نے مل کر کی تھی۔

جیسا کہ معلوم ہے کہ قرآن موجودہ کتابوں کے طرز پر نہیں ہے کہ اس میں ہر مضمون کے لئے الگ الگ عنوان و ذیلی عنوان ہوں باب و فصل ہوں بلکہ اس کا مستقل طرز اللہ کی کتاب کا ہے۔ اس میں کسی مرکزی مضمون کو بیان کرنے کے لئے ان باتوں کو خاص طور سے ذکر کیا جاتا ہے جو اس سے ملی ہوئی جڑی ہوئی اور اس پر اثر ڈالنے والی ہیں: مثلاً اس جگہ مرکزی مضمون ایک نئی قیادت کا اعلان ہے۔ اس میں پہلے تاریخی حقیقتیں یاد دلائی گئیں۔ حضرت ابراہیمؑ و خانہ کعبہ کی مرکزیت بتائی گئی۔ آزمائشوں کا ذکر کر کے قیادت کی باریکیوں اور نزاکتوں کی طرف توجہ دلائی

گئی۔ ظالم و نافرمان بندوں کے ذکر سے قیادت کی نااہلی ظاہر کی گئی۔ پھر حضرت اسماعیلؑ و خانہ کعبہ کی تعمیر کا ذکر کرکے ان کی تاریخی شرافت کو یاد دلایا گیا۔ اس کے بعد نئی قیادت کا اعلان ہوا وہ بھی ایک دم سے نہیں ہوا بلکہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی شکل میں کہ اب اس کی قبولیت اور اس کے ظاہر ہونے کا وقت آگیا ہے۔ پھر اس کی مناسبت سے ایمان و عمل (جو انسان کی فطری ضرورتیں ہیں) کو بیان کیا گیا۔ درمیان میں جہاں جہاں گمراہیوں کی نشاندہی کی ضرورت ہوئی یا تاریخ کی غلطیوں کو دور کرنے کی ضرورت ہوئی تو سلسلہ روک کر ان کی طرف توجہ کی گئی پھر آخر میں دور رنگ نئے قیادت کے لئے دستور العمل اور چند بنیادی انتظامات ذکر کئے ہیں اور ان سب کو ایک ہی سلسلہ میں جوڑا گیا ہے۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

(البقرۃ آیات ۱۲۴ - ۱۲۹)

"اور جب ابراہیمؑ کو ان کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو انہوں نے ان کو پورا کر دیا فرمایا بلاشبہ میں تمہیں سب لوگوں کا پیشوا بنادوں گا عرض کیا اور میری اولاد میں سے بھی

(پیشوا بنائیے) فرمایا میرا وعدہ بے انصافی کرنے والوں کو نہ پہونچے گا[۳] اور جب ہم نے کعبہ کو لوگوں کے لئے عبادت کا مرکز اور امن کی جگہ بنایا تو (ہم نے حکم دیا) کہ ابراہیمؑ کے جائے قیام کو نماز کی جگہ بناؤ[۴] - اور ہم نے ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو ذمہ دار کیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھیں[۵] اور جب ابراہیمؑ نے کہا اے میرے رب اس کو امن کا شہر بنا دیجئے اور اس میں رہنے والے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں ان کو ہر قسم کے پھلوں سے روزی دیجیئے فرمایا ان میں جو کافر ہوں گے ان کو بھی کچھ دن فائدہ اٹھانے کا موقع دوں گا پھر انہیں دوزخ کے عذاب میں ڈال دوں گا - اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے اور جب ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (تو انہوں نے یہ دعا کی) - اے ہمارے رب ہماری طرف سے قبول فرما لیجئے بے شک آپ ہی سننے والے جاننے والے ہیں - اے ہمارے رب ہمیں اپنا مسلمان (فرمانبردار) بنا لیجئے اور ہماری اولاد میں سے بھی امتِ مسلمہ (اپنی فرمانبردار امت) بنائیے اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے سکھا دیجئے اور ہماری توبہ قبول فرمائیے - بے شک آپ بڑے ہی توبہ قبول کرنے والے رحم کرنے والے ہیں[۶] اے ہمارے رب ان (ہماری اولاد) میں ایک رسولؐ انہی میں سے بھیجیئے جو ان تک آپ کی آیتیں پہونچائے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور انہیں صاف ستھرا رکھے بے شک آپ ہی غلبہ والے اور حکمت والے ہیں[۷] "

●

[۱] ابراہیمؑ نہایت ہی جلیل القدر پیغمبر کا نام جس کا ترجمہ "اَبٌ رَحِیمٌ" (رحم کرنے والا باپ) ہے - پیدائش ۲۱۶۰ ق م وفات ۱۹۸۵ ق م - عمر مبارک اس حساب سے ایک سو پچھتر[۱۷۵] سال ہوتی ہے - آبائی وطن بابل یا کلدانیہ (جس جگہ اب عراق ہے) کا شہر اُور (UR) تھا - خاندان مصر کے شاہی خاندان کی ایک شاخ تھا - حضرت ہاجرہؑ اسی شاہی خاندان کی تھیں جو حضرت ابراہیمؑ کی دوسری بیوی اور حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ تھیں -

ﷺ اللہ اپنے خاص بندوں کی بڑی بڑی آزمائشیں کرتا ہے جو اس بلند مقام کو حاصل کرنے میں کام دیتی ہیں جو اللہ کی طرف سے ان کو ملنے والا ہوتا ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جب تک دل و دماغ کے آبگینہ کو آزمائشوں کے پتھر سے کچلا نہیں جاتا ہے اس وقت تک وہ چمک پیدا ہی نہیں ہوتی جو اس بلند مقام کے لئے درکار ہے۔ آزمائشوں سے اندرونی زندگی میں کیا کیا تبدیلیاں ہوتی ہیں اس میں کیسی کیسی صلاحیتیں ابھاری جاتی ہیں اور کن کن قوتوں کو دبایا جاتا ہے؟ یہ بحثیں جتنی نفیس ہیں اتنی ہی ان کی طرف توجہ کم دی گئی ہے۔ جدید دنیا سے تو اس بنا پر شکایت نہیں ہے کہ اسکی اندرونی (نفسیاتی) زندگی کی بحثیں یک رخی اور نہایت ناقص ہیں اصل شکایت تو ان لوگوں (مذہبی نمائندوں) سے ہے جن کے نعمت خانہ میں علم کی یہ نعمت بھی موجود ہے اور وہ اس سے محروم ہیں۔ صوفیاءِ کرام کے یہاں اندرونی (نفسیاتی) زندگی کے مباحث بہت ہیں اور نفیس بھی ہیں لیکن ان پر پردہ پڑا ہوا ہے ان کو جدید انداز میں ڈھالنے، آگے بڑھانے اور علم کی شکل دینے کی ضرورت ہے

اللہ کے اس مقررہ قاعدہ کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کی بھی بڑی بڑی آزمائشیں ہوئیں اور وہ ان میں پورے اترے پھر ان کی دینی قیادت و پیشوائی کا اعلان ہوا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا بلند مقام حاصل کرنے کے لئے یہ آزمائشیں ضروری تھیں۔

قرآن میں ان آزمائشوں کا ذکر مختلف جگہوں میں آیا ہے وہ ایک دو نہیں کئی ہیں بلکہ پوری زندگی ہی آزمائشوں میں گھری ہوئی نظر آتی ہے۔ مثلاً آگ میں کود پڑنے کا حکم ہوا کود پڑے۔ حکومتِ وقت سے ٹکرانے کا حکم ہوا ٹکرا گئے۔ قوم و وطن اور خاندان چھوڑنے کا حکم ہوا چھوڑ دیا۔ بیوی اور بچے کو جنگل و بیابان کے حوالہ کرنے کا حکم ہوا حوالہ کر دیا بیٹے کی گردن پر چھری چلانے کا حکم ہوا تو اس کے لئے تیار ہو گئے اور یہ سب کچھ بلا چون و چرا کیا نہ وجہ پوچھی نہ فلسفہ معلوم کیا اور نہ اجر و ثواب سے واسطہ رکھا بس حکم تھا جس کے آگے جھک گئے۔

ﷺ قیادت و پیشوائی کا جو مقام باپ کے لئے تجویز ہوا باپ نے فوراً بعد ہی اسی کی تجویز اپنی اولاد کے لئے بھی اللہ کے حضور پیش کر دی۔ اُدھر سے جواب ملا کہ یہ منصب سب کے لئے نہیں ہے ـــــ ان لوگوں کو نہیں دیا جاتا ہے جو اپنے ساتھ، دوسروں کے ساتھ اور اپنے دین کے ساتھ انصاف نہ کر سکیں جیسا کہ ادپر یہودیوں کے حال میں سب کے ساتھ

بے انصافیاں گذر چکی ہیں ۔

آیت میں جس طرح باپ کی فطری خواہش کی طرف اشارہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنی اولاد کو سربلند دیکھنا چاہتا ہے (شاید یہی ایک رشتہ ایسا ہے جو حسد وجلن سے پاک ہوتا ہے۔) اسی طرح اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ دینی قیادت وپیشوائی کا منصب اعمال وکردار کے لحاظ سے خاص لوگوں کو دیا جاتا ہے نہ حسب ونسب کی بناء پر ملتا ہے اور نہ ہر کس وناکس کو دیا جاتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو قیادت کی تبدیلی کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی؟ بنی اسرائیل موجود تھے جو حسب ونسب میں کسی سے کم نہ تھے اور عرصہ تک اس منصب پر فائز بھی رہے تھے لیکن اب وہ ظالم بن گئے تھے جو کسی کے ساتھ انصاف نہ کر سکتے تھے نہ اپنے ساتھ نہ دوسروں کے ساتھ اور نہ اللہ کے دین کے ساتھ۔ یہ قرآن کے بیان کی جامعیت ہے کہ اس نے ایک لفظ (ظالم) میں تمام ان خرابیوں کو سمیٹ دیا جو قومی وجماعتی زندگی میں پیدا ہو کر اس کو نااہل وناکارہ بنا دیتی ہیں اور جن کا ذکر یہودیوں کی نااہلیت ثابت کرنے کے لیے بہت دور سے چلا آرہا تھا۔ اس جگہ (قیادت کی تبدیلی کے موقع پر) لفظ ظالم کی تشریح اور اس کو سمجھنے میں یہودیوں کا پچھلا حال " سند " کے درجے میں ہے۔

۵ یہاں تین لفظ ہیں تینوں تاریخی اہمیت رکھتے اور بڑی غلط فہمی کو دور کرتے ہیں ۔

(۱) مثابۃ (۲) مقام ابراہیم اور (۳) مصلّٰی

"مثابۃ" کے معنی مرکز اور مرجع کے ہیں یہودیوں نے بیت المقدس کو مرکز ومرجع بنا رکھا تھا، قرآن نے خانہ کعبہ کو قرار دیا۔

" مقام ابراہیم " سے مراد ابراہیمؑ کے قیام کی جگہ۔ یہودیوں نے ہجرت کے بعد کنعان (شام) کو حضرت ابراہیمؑ کے قیام کی جگہ قرار دے رکھا تھا، قرآن نے خانہ کعبہ کے قرب وجوار کو ان کے قیام کی جگہ بتایا۔

" مصلّٰی " سے مراد نماز کی جگہ۔ یہودیوں نے بیت المقدس کو عبادت کی جگہ قرار دے رکھا تھا (نماز کی شکل کی ان کے یہاں گنجائش نہ رہی تھی) قرآن نے خانہ کعبہ کے قرب وجوار کو نماز کی جگہ بتایا۔

دراصل یہودیوں نے خانہ کعبہ سے حضرت ابراہیمؑ کا تعلق ختم کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ یہاں تک کہ بیت المقدس (جو حضرت ابراہیمؑ کے سینکڑوں سال بعد حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں بنایا گیا) کے بارے میں کہتے تھے کہ خانہ کعبہ کو نہیں اسی کو حضرت ابراہیمؑ نے بنایا تھا اور قربانی بیٹے اسمٰعیلؑ کی نہیں اسحاقؑ کی کی تھی۔ آیت میں اللہ نے ان کی تمام غلطیوں کو دور کیا اور اس سلسلہ میں انہوں نے توریت میں جو رد و بدل کیا تھا اس کا پردہ چاک کیا۔

کہنا یہ ہے کہ پہلی قیادت و پیشوائی جو بنی اسرائیل کی تھی اس میں بھی خانہ کعبہ کو مرکزیت حاصل تھی اب اس نئی قیادت میں بھی اسی کو مرکزیت حاصل ہو گی۔ درمیان میں جو کچھ ہوا وہ یہودیوں کی غلطی تھی اور اللہ کی کتاب میں تبدیلی کی وجہ سے ایسا ہوا تھا۔

مقام ابراہیم سے خانہ کعبہ کا قرب و جوار مراد لینا زیادہ وسیع ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ پتھر مراد لیا جائے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسی پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی۔

مفسرین کے یہاں دونوں قول موجود ہیں۔ پتھر بھی مراد لیا گیا ہے اور کعبہ کا قرب و جوار بھی مراد لیا گیا ہے۔ جس میں پوری مسجد حرام آجاتی ہے۔

۵ اس نئی قیادت کے فرضِ منصبی میں یہ بھی شامل ہے کہ خانہ کعبہ کی مرکزیت برقرار رکھے۔ اس کو خالص اللہ کی عبادت کا گھر بنائے رکھے اور اس کو ظاہری صفائی و ستھرائی کے ساتھ شرک و فسق کی آلودگیوں سے بھی پاک و صاف رکھے خواہ کیسی ہی مزاحمت کرنی پڑے اور خواہ کیسی ہی آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑے۔

۶ امت مسلمہ کی قیادت و پیشوائی برقرار رکھنے کے لئے سردست جن چند چیزوں کی ضرورت تھی ان کی حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی: مثلاً:-

(۱) دنیوی نعمتیں (۲) خلوص و سچائی اور (۳) کردار کی مضبوطی

پہلی چیز کی دعا اس طرح کی" اے میرے رب اس کو امن و امان کا شہر بنا دیجئے جو یہاں نہیں پایا جاتا ہے۔ لوگوں کو باعزت روزی مہیا فرمائیے جو ان کو میسّر نہیں ہے۔

قیادت و پیشوائی کی پہلی دعا میں حضرت ابراہیمؑ کو ٹوک دیا گیا تھا کہ یہ منصب ان لوگوں کو

نہ ملے گا جو ظالم و بے انصاف ہوں گے اب نعمتوں کی دعا میں انہوں نے پہلے ہی احتیاط برتی اور ایسے لوگوں کو شامل نہیں کیا۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ دنیوی نعمتوں کا معاملہ قیادت و پیشوائی سے جدا ہے۔ یہ نعمتیں دنیوی زندگی میں سب کو دی جاتی ہیں، ان میں کسی کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ البتہ یہ دنیا ہی تک رہیں گی۔ آگے کی زندگی میں ان کو اپنے جرموں کی سزا بھگتنی پڑیگی۔

دوسری چیز کی دعا اس طرح کی۔ اے ہمارے رب ہم دونوں باپ بیٹے (ابراہیم و اسمٰعیل) کی خانہ کعبہ کے تعمیر کی یہ کوشش قبول فرمالیجیے۔ آپ ہمارے دلوں کی سچائی سے واقف اور ہماری گذارش کو سننے والے ہیں۔

تیسری چیز کی دعا اس طرح کی اے ہمارے رب ہم دونوں کو مسلمان بنا دیجئے اور ہماری اولاد میں ایک پوری امّت کو "امّتِ مسلمہ" بنا دیجئے (اعلیٰ کردار اور اللہ کی سچّی فرمانبرداری کو ظاہر کرنے کے لیۓ لفظ "مسلمان" سے بڑھ کر اور کوئی لفظ نہیں ہے۔ اسی بنا پر حضرت ابراہیمؑ نے "مسلمان" ہونے کی دعا فرمائی) اور ہم سب کو اپنی عبادت کے طور طریقے سکھا دیجئے اور ہماری طرف خصوصی توجہ فرمائیے بلاشبہ آپ بندوں پر بہت توجہ فرمانے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔

لے امّتِ مسلمہ کی قیادت و پیشوائی برقرار رکھنے کے لیۓ دو اور چیزوں کی ضرورت تھی جو سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ مشکل ہیں۔ ان کی بھی حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی وہ یہ ہیں:

(۴) اعلیٰ درجہ کی سربراہی اور
(۵) تعلیم و تربیت کا مستقل انتظام۔

اعلیٰ درجہ کی سربراہی روحوں اور دلوں کی بستیاں الٹ کر ان میں ایمان و اعتقاد کی قوّت بھرتی اور ذہنی و اخلاقی استعداد کی تربیت کر کے فکر و عمل کی نئی دنیا بساتی ہے۔ اسی طرح تعلیم و تربیت سے عقائد و خیالات کی صفائی اور اعمال و اخلاق کی درستی ہوتی اور غلط خیالات و عقائد سے دل و دماغ کی دھلائی ہوتی ہے۔ اگر یہ دونوں نہ ہوں تو کوئی قوم و جماعت ہزار ترقی و خوشحالی کے باوجود دینی قیادت و پیشوائی کے فرائض انجام دینے کے قابل نہیں بنتی ہے۔

آیت میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا انہیں دونوں کے بارے میں ہے۔ پہلی چیز کی دعا حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے حق میں قبول ہوئی جو سب سے افضل اور سب سے برتر ہیں اور جن کو نئی عالمی قیادت کا سربراہ بنا کر بھیجا گیا اور دوسری چیز کی دعا اللہ کی ہدایتوں اور کتابِ الٰہی کی شکل میں قبول ہوئی جن میں تعلیم و تربیت کا مستقل انتظام ہے اور رہتی دنیا تک جن کی حفاظت کا اہتمام ہے۔

آیت میں چار چیزوں کا ذکر ہے :

(۱) تلاوتِ آیات

(۲) تعلیمِ کتاب

(۳) تعلیمِ حکمت اور

(۴) تزکیہ

تلاوتِ آیات : آیتوں کی تلاوت میں صرف آیتوں کو پڑھنا نہیں ہے بلکہ ان کو دوسروں تک پہونچانا بھی ہے جس میں ترجمہ د سرسری مطلب خود بخود آجاتا ہے۔

تعلیمِ کتاب : کتاب کی تعلیم میں معنی و مطلب سمجھانا، موقع و محل بتانا، شکوک و شبہات دور کرنا اور ملنے والی ہدایت و رہنمائی کی طرف متوجہ کرنا، غرض تعلیم سے متعلق اس میں ساری باتیں آجاتی ہیں۔

تعلیمِ حکمت : حکمت کی تعلیم سے مراد ان باریک اور گہری باتوں کی تعلیم ہے جو آیتوں کے مفہوم میں پوشیدہ ہوتی ہیں اور جن تک بہت غور و فکر کے بعد پہونچا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے بہت اونچے درجے کی سمجھ بوجھ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر ایک کی پہونچ حکمت تک نہیں ہوتی ہے۔ (حکمت کی تعلیم اور طریقۂ تعلیم کے لئے راقم کی کتاب حکمت القرآن کا مطالعہ مفید رہے گا۔)

تزکیہ : اس کے معنی صفائی و ستھرائی اور اصلاح و درستگی کے ہیں۔ یہ برے کام چھوڑنے اور بھلے کام کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے ذریعہ ان برائیوں سے نجات ملتی ہے جو ذلّت و پستی کی زندگی میں سرایت کر جاتی ہیں اور ان بھلائیوں کی عادت پڑتی ہے جو ترقی و کامیابی عطا کرتی ہیں تربیت کے لئے تزکیہ کا لفظ نہایت جامع ہے جس کو قرآن نے کئی جگہ استعمال کیا ہے اور جس کی زندگی میں بڑی اہمیت ہے۔

دعا کے آخر میں حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے غلبہ اور اس کی حکمت کی صفتیں ذکر کی ہیں جن

(باقی صـ ۱۶)

عبدالرشید عراقی

حدیث پر محدثین کرام کی علمی خدمات

محدثین کرام نے جملہ علوم اسلامیہ یعنی تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، اسماء الرجال، لغت، سیر و تاریخ، پر علمی کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ اگر ان سب علومِ اسلامیہ کے متعلق تفصیل سے تذکرہ کیا جائے تو کئی مجلدات تیار ہو سکتی ہیں۔ میں نے اس مقالہ میں صرف حدیث پر محدثین کرام نے جو علمی خدمات سرانجام دی ہیں، اُن کا مختصرا تعارف کرایا ہے۔ اور مشہور محدثین کرام کی خدمات کو اپنے اس مقالہ میں جگہ دی ہے جس کی ابتداء امام مالک بن انس (م ۱۷۹ھ) سے کی ہے اور انتہاء امام محمد بن علی الشوکانی (م ۱۲۵۰ھ) پر کی ہے۔ امید ہے قارئین اس کو دلچسپی سے پڑھیں گے اور راقم کے حق میں دعائے خیر فرمائیں گے۔

(عبدالرشید عراقی)

امام مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ)

امام مالک بن انس کی کنیت ابو عبداللہ، امام دار الهجرۃ لقب، ۹۳ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ [1] اور ۸۶ سال کی عمر پا کر ۱۷۹ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ [2]

امام مالک نے پہلے قرآن مجید کی قراءۃ کی سند امام القراء نافع بن عبدالرحمٰن (م ۱۶۹ھ) سے حاصل کی۔ اس کے بعد نافع مولیٰ ابن عمرؓ (م ۱۱۷ھ) کی خدمت میں ۱۲ سال رہ کر حدیث میں استفادہ کیا۔ حضرت نافع کے علاوہ امام ابن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ) امام ابن منکدر (م ۱۳۰ھ) امام یحییٰ بن سعید (م ۱۴۳ھ) اور امام جعفر صادق

(م ۱۴۸ھ) سے بھی اکتساب فیض کیا۔

مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ (م ۷۳ھ) کی علمی درسگاہ کے جانشین نافع (م ۱۱۷ھ) ہوئے۔ اور نافع کی وفات کے بعد امام مالک ان کے جانشین ہوئے۔ اور امام مالک ۶۲ سال تک حدیث کی نشرواشاعت اور درس و تدریس میں مصروف رہے اور اس ۶۲ سال میں خلق کثیر نے آپ سے روایت کی۔ [۳]

امام صاحب کے فضل و کمال، حفظ و ضبط، تبحر علمی، اور عدالت و ثقاہت کا محدثین کرام نے اعتراف کیا ہے۔ امام عبدالرحمٰن بن مہدی (م ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ :

"روئے زمین پر امام مالک سے بڑھ کر حدیث نبویؐ میں کوئی امانت دار نہیں" [۴]

موطا...... موطا امام مالک کی تصنیف ہے اور یہ کتب خانۂ اسلام کی وہ پہلی کتاب ہے جو قرآن مجید کے بعد سب سے پہلے منصۂ شہود پر آئی۔ امام صاحب نے یہ کتاب ۱۳۰ھ تا ۱۴۴ھ کے درمیان تالیف فرمائی۔ [۵]

علمائے کرام نے اس کو طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں۔

"محدثین کا اتفاق ہے کہ اس کتاب کی تمام روایات امام مالکؒ اور ان کے موافقین کی رائے میں صحیح ہیں۔ اور دوسروں کی رائے بھی اس سلسلہ میں یہی ہے کہ موطا کی مرسل و منقطع روایات کی سند دوسرے طرق سے متصل ہے۔ پس اس میں کوئی شبہ نہ رہا اس اعتبار سے وہ سب صحیح ہیں" [۶]

امام شافعی (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں۔

ما علی ظہر الارض کتاب بعد کتاب اللہ اصح من کتاب مالک۔ [۷]

"روئے زمین پر موطا امام مالک سے زیادہ صحیح کتاب کوئی نہیں ہے"

امام ابو داؤد طیالسیؒ (م ۲۰۴ھ)

امام ابو داؤد طیالسی کا نام سلیمان بن داؤد بن جارو، کنیت ابو داؤد ۱۳۳ھ میں پیدا

ہوئے ۸۔ اور ۲۰۴ھ میں ۷۲ سال کی عمر میں بصرہ میں انتقال کیا۔ ۹۔

حدیث میں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا اور حدیث میں ان کی مہارت تامہ نے ان کو امامت کے درجہ پر فائز کیا تھا۔ عدالت وثقاہت، حفظ وضبط اور فضل وکمال میں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ علمائے جروح وتعدیل نے اس کی توثیق کی ہے۔ ۱۰۔

مسند ابو داؤد طیالسی...... یہ امام صاحب کی تصنیف ہے۔ اس کا شمار قدیم مسانید میں ہوتا ہے۔ ۱۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م۱۱۷۶ھ) نے اس کو کتب حدیث کے تیسرے درجہ میں شمار کیا ہے ۱۲۔

مسند ابو داؤد طیالسی ۱۱ اجزاء پر مشتمل ہے۔ اور پہلی مرتبہ ۱۳۲۱ھ میں دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن سے ———— شائع ہوئی ۱۳۔

امام عبدالرزاقؒ بن ہمام (م۲۱۱ھ)

امام عبدالرزاق بن ہمام یمن میں ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے ۱۴۔ ۸۵ سال کی عمر پا کر ۲۱۱ھ میں وفات پائی ۱۵۔ امام مالک بن انس (م۱۷۹ھ) امام اوزاعی (م۱۵۷ھ) امام سفیان ثوری (م۱۶۱ھ) اور امام سفیان بن عیینہ (م۱۹۸ھ) سے آپ نے اکتساب فیض کیا۔ ان کے تبحر علمی، حفظ وضبط، فضل وکمال کا علمائے کرام نے اعتراف کیا ہے۔ علامہ ذہبی (م۷۴۸ھ) لکھتے ہیں۔

"ان کے علمی تبحر اور جلالت قدر کی وجہ سے ان کی ذات مرجع خلائق تھی اور جوق در جوق لوگ تحصیل علم کے سلسلہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے" ۱۶۔

مصنف عبدالرزاق...... ان کی مشہور تصنیف ہے جس کو آپ نے فقہی ابواب پر مرتب کیا اور امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م۱۱۷۶ھ) نے اس کو کتب طبقات حدیث کے تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ ۱۷۔

امام حمیدیؒ (م۲۱۹ھ)

امام عبداللہ بن زبیر حمیدی کی پیدائش مکہ معظمہ میں ہوئی۔ سن پیدائش کے بارے میں

مؤرخین خاموش ہیں۔ تاہم آپ کا انتقال ۲۱۹ھ میں مکہ معظمہ ہی میں ہوا ۱۸۔ امام سفیان بن عیینہ (م۱۹۸ھ) اور امام محمد ابن ادریس شافعی (م۲۰۴ھ) سے استفادہ کیا۔ آپ ۲۰ سال تک امام سفیان بن عیینہ کی خدمت میں رہے۔ امام شافعی سے بھی تعلق خاص تھا۔ ان کے دورۂ مصر کے وقت آپ ان کے ہمراہ تھے۔ آپ کے تلامذہ میں امام محمد بن اسمٰعیل البخاری (م۲۵۶ھ) جیسے محدث کبیر کا نام بھی آتا ہے۔ امام بخاری نے اپنی کتاب الجامع الصحیح البخاری میں ۷۵ احادیث ان سے روایت کی ہیں۔ ۱۹۔

امام حمیدی کے فضل و کمال کا علمائے کرام نے اعتراف کیا ہے اور ان کے قوت حافظہ اور عدالت و ثقاہت کی توثیق کی ہے۔ ۲۰۔

مسند حمیدی...... آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ یہ گیارہ اجزاء پر مشتمل ہے۔ اس میں ۱۲۹۳ احادیث ہیں۔ اس مسند کا شمار بھی قدیم ترین مسانید میں ہوتا ہے۔ اور مؤرخین نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ مکہ معظمہ میں یہ مسند سب سے پہلے مرتب کی گئی۔ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے ۱۹۶۳ء میں اس کو دو جلدوں میں شائع کیا۔ اس کے آخر میں امام حمیدی کا رسالہ اصول السنّۃ بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ ۲۱۔

امام ابو بکر بن ابی شیبہؒ (م۲۳۵ھ)

امام ابو بکر بن ابی شیبہؒ جن کا نام عبداللہ بن محمد ہے ۱۵۹ھ میں شہر واسط میں پیدا ہوئے۔ ۲۲۔ اور ۷۶ سال کی عمر پا کر ۲۳۵ھ میں انتقال کیا۔ ۲۳۔ امام ابن شیبہ کے اساتذہ اور تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ آپ کے تلامذہ میں ممتاز محدثین کرام کے نام ملتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل (م۲۴۱ھ) امام ابو حاتم رازی (م۲۶۴ھ) امام ابو زرعہ (م۲۶۴ھ) امام بقیؒ بن مخلّد (م۲۷۶ھ) امام محمد بن اسمٰعیل بخاری (م۲۵۶ھ) امام مسلم بن حجاج (م۲۶۱ھ) امام ابن ماجہ قزوینی (م۲۷۳ھ) اور امام ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی (م۳۰۳ھ) ۲۴۔

امام ابن ابی شیبہ کے حفظ و ضبط، وسعتِ مطالعہ، تبحّرِ علمی اور فضل و کمال کا ارباب سیر

نے اعتراف کیا ہے۔ امام ابو عبید قاسم بن سلام (م۲۶۴ھ) کاایک قول حافظ ابن حجر عسقلانی (م۸۵۲ھ) نے نقل کیا ہے کہ علم حدیث چار آدمیوں پر تمام ہو گیا۔

امام ابو بکر بن ابی شیبہ (م۲۳۵ھ) حسنِ ادا، خوش شیفتگی اور حفظِ مذاکرہ میں

امام احمد بن حنبل (م۲۴۱ھ) فقہ و معرفتِ حدیث میں

امام یحییٰ بن معین (م۲۳۳ھ) جامعیت و کثرتِ روایت میں

امام علی بن مدینی (م۲۳۴ھ) حدیث کے مخارج و علل میں

واقفیت رکھتے تھے۔ ۲۵۔

مصنف ابن ابی شیبہ آپ کی مشہور و معروف کتاب ہے۔ اس کی وجہ سے امام صاحب کو شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس کا شمار حدیث کی اہم کتابوں میں ہوتا ہے۔ اس کتاب کو امام صاحب نے محدثین کرام کے طریقہ کے مطابق سندوں کے ساتھ فقہی کتابوں کی طرح ابواب پر مرتب کیا ہے محدثین کرام نے اس کی افادیت کا اعتراف کیا ہے۔

حافظ ابن کثیر (م۷۷۴ھ) لکھتے ہیں۔

"امام ابو بکر بن ابی شیبہ لاجواب کتاب اور عدیم المثال مصنف کے مرتب ہیں۔ ان سے پہلے اور بعد کسی زمانہ میں ایسی کتاب نہیں لکھی گئی" ۲۶۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اس کو طبقاتِ حدیث کے تیسرے طبقہ میں شمار کیا۔

حافظ ذہبی (م۷۴۸ھ) لکھتے ہیں کہ امام ابن حزم اندلسی (م۴۵۶ھ) مصنف ابن شیبہ کو موطا امام مالکؒ سے بالاتر سمجھتے تھے۔ ۲۸۔

۱۔ ذہبی شمس الدین، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۳

۲۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، بستان المحدثین ص ۱۴

۳۔ ابن کثیر، ابوالفداء اسمٰعیل بن کثیر، البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۷۴

۴۔ ضیاء الدین اصلاحی، تذکرۃ المحدثین ج ۱ ص ۲۶

۵۔ ابن عبدالبر جامع بیان العلم و فضلہ ص ۶۷

۶۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۳۳

۷۔ سیوطی جلال الدین عبدالرحمان تزئین الممالک بمناقب امام مالک ص ۴۳

۸۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ج ۹ ص ۲۴

۱۰۔ حاجی خلیفہ بن مصطفیٰ 'کشف الظنون ج۲ص۱۴۳۱
۹۔ حافظ ابن حجر عسقلانی 'تہذیب التہذیب ج۴ص ۱۸۳
۱۱۔ حاجی خلیفہ بن مصطفیٰ کشف الظنون ج۲ص۱۴۳۱
۱۲۔ شاہ ولی اللہ دہلوی' حجۃ اللہ البالغہ ج۱ص۱۰۷
۱۳۔ ضیاء الدین اصلاحی 'تذکرۃ المحدثین ج۱ص۶
۱۴۔ ابن حجر' تہذیب التہذیب ج۶ص۳۱۱
۱۵۔ ضیاء الدین اصلاحی 'تذکرۃ المحدثین ج۱ص۶۷
۱۶۔ ذہبی' تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۳۳۴
۱۷۔ شاہ ولی اللہ دہلوی' حجۃ اللہ البالغہ ج۱ص۱۰۷
۱۸۔ ضیاء الدین اصلاحی 'تذکرۃ المحدثین ج۱ص۸۲
۱۹۔ ابن حجر عسقلانی 'فتح الباری ج۱ص۱۱
۲۰۔ تقی الدین عبدالوہاب بن سبکی 'طبقات الشافعیہ ج۱ص ۲۶۳
۲۱۔ ضیاء الدین اصلاحی 'تذکرۃ المحدثین ج۱ص۸۳
۲۲۔ خطیب بغدادی 'تاریخ بغداد ج۱۱ص۶۶
۲۳۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی 'بستان المحدثین ص۴۹
۲۴۔ خطیب بغدادی تاریخ بغداد ج۱۱ص۶۶' ابن حجر عسقلانی 'تہذیب التہذیب ج۶ ص۲'۳۔
۲۵۔ ابن حجر' تہذیب التہذیب ج۶ص۲'۳۔
۲۶۔ ابن کثیر 'البدایہ والنہایہ ج۱۰ص۳۱۵۔
۲۷۔ شاہ ولی اللہ دہلوی' حجۃ اللہ البالغہ ج۱ص۱۰۲۔
۲۸۔ ذہبی' تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۳۴۷۔

بقیہ ہدایت القرآن

سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ (اللہ) کی ان دونوں صفتوں کا بھی تقاضہ ہے کہ جب آپ نے ہماری اولاد کو قیادت و پیشوائی کے منصب پر سرفراز فرمایا ہے تو ان کی تعلیم و تربیت کا بھی انتظام فرمائیے تاکہ یہ منصب ان میں برقرار رہے۔ تعلیم و تربیت کی جو اعلیٰ شکل ہو سکتی ہے یہ اس کی درخواست ہے۔

پروفیسر حافظ احمد یار کی زیرِ تالیف کتاب

"لغات و اعرابِ قرآن"
کا
مقدّمہ

(قسط نمبر ۲)

اردو زبان میں مستند اور دستیاب تراجم قرآن کی تعداد اس وقت درجن سے بھی زیادہ ہو چکی ہے اور عام اردودان پڑھا لکھا طبقہ اس سے استفادہ بھی کرتا ہے۔ تاہم اس میں قاری کو مُترجِم (ترجمہ کنندہ) کے علم و دیانت پر ہی بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے ہر شخص اپنے "مکتب فکر" کے ترجمہ کو ہی ترجیح دیتا بلکہ اسی میں محصور ہو کر رہ جاتا ہے۔ قرآن کریم جیسی عظیم کتاب ہدایت کے فہم کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا ــــ ترجمہ کی حد تک ــــ مطالعہ بھی اتنی اونچی علمی سطح پر تو کیا جائے کہ پڑھنے والا اپنے لغات و اعراب کے علم کی بناء پر ترجمۂ قرآن کی لغوی اور نحوی بنیاد کو سمجھ سکتا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ یہی دو امور۔ لغات و اعراب ــــ ہی ترجمۂ قرآن یا براہ راست فہم قرآن کی بنیاد اور جان ہیں۔

اس کے ذریعے ہی ــــ

۱۔ یہ پتہ چل سکتا ہے کہ کس مُترجِم نے کن لغوی معنوں کو ترجیح دی ہے۔

۲۔ یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کس مُترَجِم نے ترکیب نحوی میں کس چیز کو ملحوظ رکھا ہے۔

۳۔ اس بات کی نشاندہی ممکن ہے کہ کسی مترجِم نے کہاں اور کس نوعیت کی غلطی کی ہے۔ اس غلطی کا معمولی یا سنگین ہونا ــــ اور دانستہ یا نادانستہ ــــ ہونا ایک اضافی بات ہے۔

۴۔ اور اس کے ذریعے ہی کسی مترجم کی الفاظِ ترجمہ کے انتخاب میں غلطی یا درستی سامنے آتی ہے اور خوب اور خوب تر کا فرق بھی واضح اور نمایاں ہو جاتا ہے۔

جب راقم الحروف کو قرآن اکیڈمی میں پہلے دو سالہ کورس کے طلبہ کو ترجمۂ قرآن پڑھانے کی ذمہ داری سونپی گئی تو پہلے تو یہی خیال میں آیا کہ مختلف تراجم سامنے رکھ کر ان کے حوالے سے ترجمہ پڑھایا جائے (یعنی یہ بتایا جائے کہ فلاں صاحب نے یوں ترجمہ کیا ہے اور فلاں نے یوں ـــ وغیرہ) لیکن ہفتہ بھر میں یہ محسوس کر لیا گیا کہ اس طرح تو طالب علموں کو تراجم میں (باہمی) فرق کی وجہ معلوم ہی نہیں ہو سکے گی۔ چونکہ یہ کلاس عربی صرف و نحو کا وہ ضروری نصاب مکمل کر چکی تھی جس کا ذکر ابھی آئے گا ـــ اس لئے یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ لغات واعراب کے بارے میں طلبہ کے اس علمی اور ذہنی پس منظر کے حوالے سے اصلی لفظی ترجمۂ قرآن ـــ یعنی فہم معنیٔ عبارت ـــ کی بات کی جائے اور پھر اردو محاورہ کی خاطر کی جانے والی تبدیلیوں اور انتخاب الفاظ میں کسی مترجم کے معیار اور اس کے ذوق کا موجودہ تراجم کے ذریعے تقابلی مطالعہ بھی کیا جائے ـــ وقت کی کمی کے باعث ہم جملہ تراجمِ قرآن کا کماحقہ تقابلی مطالعہ تو نہ کر سکے ـــ تاہم موقع اور ضرورت کے لحاظ سے بعض دفعہ اس تقابلی مطالعہ نے خوب فائدہ بھی پہنچایا اور اس میں ایک لطف بھی آیا ـــ

یوں قرآن اکیڈمی میں ترجمۂ قرآن کی اس تدریس سے ہی راقم الحروف کے ذہن میں یہ بات آئی ـــ اور اس کا محرّک کلاس کے بعض ذہین طلبہ کے کچھ سوالات بھی بنے ـــ کہ اردو میں "لغات واعرابِ قرآن" کی روشنی میں "ترجمۂ قرآن کی لغوی اور نحوی بنیادیں" واضح کرنے کے لئے ایک کتاب لکھی جائے جس کے اندر کلاس میں کئے گئے اجمالی کام کی تفصیل آجائے۔ اس کتاب کا نام (یا عنوان) مندرجہ بالا اوپن میں دی گئی عبارتوں میں سے ایک کو ہی قرار دیا جائے۔ سرِدست پہلے نام کو اختیار کر لیا گیا ہے۔

اس کتاب کی تالیف کے سلسلے میں راقم الحروف کو اپنے لئے کچھ رہنما اصول مقرر کر لینا ضروری معلوم ہوا۔ ان کی تفصیل یوں ہے۔

۱۔ جہاں تک کلماتِ قرآن کی لغوی تحقیق (لغات القرآن) کا تعلق ہے۔ اس میں مادہ اور اشتقاق کی صرفی بحث سے آگے کسی کلمہ کے لغوی معانی کی بحث میں محتاط ہونا ضروری سمجھا گیا۔ اس لئے کہ لغات (ڈکشنری) کی مثال تو ایک ایسے "کباڑ خانہ" کی ہے جس میں سے ہر آدمی اپنی ضرورت کی چیز ڈھونڈ نکالتا ہے۔ ہمارے نزدیک کسی کلمہ یا عبارت کے

متعدد لغوی معانی سے انتخاب یا ترجیح میں سیاق عبارت کے علاوہ سنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مستند تفسیر ماثور کو نظرانداز کرنا صریح گمراہی اور دانستہ یا نادانستہ اسلام دشمنی ہے۔ قرآن وسنّت نے عربی زبان کے جن کلمات کو ایک "دینی اصطلاح" بنا دیا اب اس کے اصطلاحی معنی سے ہٹ کر لغت کے کونوں کھدروں سے کوئی شے تلاش کر کے لانے کی کوشش کرنا محض کو لمبس بننے کے شوق اور خواہش کا اظہار ہے۔ یہ چیز دین یا قرآن کی کوئی خدمت نہیں ہے۔

اس لئے اس معاملے میں ہم نے عام بڑی معاجم (ڈکشنریوں) اور غریب القرآن پر لکھی گئی مخصوص کتابوں کے علاوہ مستند تفاسیر میں سے شرح مفردات والے حصوں سے استفادہ کیا ہے۔ اور بعض جگہ الفاظ کے معنی عربی الفاظ میں نقل کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ اس سلسلے میں جن قوامیس اور تفاسیر سے خصوصاً استفادہ کیا گیا ہے ان میں سے اہم یہ ہیں:۔

القاموس المحیط (فیروز آبادی) اور اس کی شرح تاج العروس پر مبنی "مدّ القاموس" یعنی 'LANE'S LEXICON' المفردات (راغب) قاموس قرآن (قرشی) معجم غریب القرآن (فؤاد عبدالباقی) تفاسیر میں سے زمخشری 'طبرسی اور آلوسی کے لغوی مباحث کے ساتھ المصحف المیسر کے حواشی 'الفراء کی معانی القرآن اور جلالین۔

۲۔ اعراب القرآن کے معاملے میں نہ صرف مذکورہ بالا تفاسیر کے نحوی مباحث کو سامنے رکھا گیا ہے بلکہ اعراب القرآن کی مختص کتابوں سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔ جن میں سے خصوصاً قابلِ ذکر یہ ہیں۔ العکبری کی "التبیان فی اعراب القرآن" (جو "املاء ما منّ به الرّحمٰن" کے نام سے مشہور ہے) 'ابن الانباری کی "البیان فی غریب اعراب القرآن' القیسی کی "مشکل اعراب القرآن" اور الزجاج کی "اعراب القرآن"۔ تاہم کتب اعراب القرآن کے بعض مباحث کو ہم نے اپنی کتاب میں شامل نہیں کیا۔ اس کی تفصیل یوں ہے۔

(الف) اعراب القرآن کی کتابوں میں عموماً اور بعض تفاسیر میں بھی قراءات سبعہ میں سے متعدد قراءات کے مطابق اعراب بیان کئے جاتے ہیں۔ ہم نے اس معاملے میں ان

کتابوں سے اپنا استفادہ صرف قراءت حفص (عن عاصم) تک محدود رکھا ہے۔ اس لئے کہ برصغیر بلکہ تمام ایشیائی ممالک میں ___ اور افریقی ممالک میں سے مصر میں بھی ___ صرف یہی قراءت متداول ہے۔ اور اسی کو سمجھنا اور سمجھانا ہمارا مقصد اوّلین ہے۔

(ب) اعراب القرآن کی کتابوں میں بعض ایسی توجیہات اور تاویلات بھی مذکور ہوتی ہیں جن کا فہمِ عبارت سے چنداں تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً بعض مبنی کلمات میں رفع، نصب یا جر..... تینوں اعراب کی وجہ ثابت کر دکھانا۔ بعض افعال میں نصب اور جزم دونوں کے امکانات بیان کرنا' یا بعض مشکل اعراب میں مختلف نحوی آراء (یا امکانات) لکھ کر کسی کو غلط اور کسی کو درست قرار دینا وغیرہ ___ یا مثلاً اس قسم کے "نحوی مباحث" کہ بسم اللہ میں "ب" کی زیر (کسرہ) کیوں ہے فتحہ یا ضمہ کیوں نہیں؟ ___ یا ضمیر "نحن" میں آخری نون پر پیش (ضمہ) کیوں ہے؟ وغیرہ

بعض مشکل اعراب کی توجیہ و تاویل مقدرات اور محذوفات کے ذریعے کرنے کی یقیناً ضرورت پڑتی ہے' تاہم اس معاملے میں نحوی بزرگوں کے بہت سے مباحث کو ایک قسم کا "علمی ہیضہ" ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔ جس کا رونا ابن مضاء القرطبی سے لے کر مصری مؤلفین دکتور شوقی ضیف اور عباس حسن تک نے رویا ہے۔ اور اسی وجہ سے مصر میں سرکاری سطح پر "تیسیر النحو" کیلئے کئی بار کوشش کی گئی۔ جس کو بعض علماء نے "روایت سے انحراف" کہہ کر رد کرنے کی کوشش بھی کی اور بعض "اصلاحات" کو قبول بھی کر لیا گیا۔ اور اس "تعسیر النحو" اور "تیسیر النحو" کے مظاہر ہمیں عباس حسن کی علم نحو پر سب سے جامع اور مبسوط کتاب "النحو الوافی" اور دکتور شوقی ضیف کی مختصر مگر جامع کتاب "تجدید النحو" میں نظر آتے ہیں۔ مقدم الذکر نے نحو کے مسائل کو ایک طرح سے "ضروری" اور "زائد از ضرورت" (یا خالص علمی و نظریاتی مسائل) میں تقسیم کر کے ہر ایک کو الگ الگ بیان کیا ہے۔ جبکہ شوقی ضیف نے "نحو" کے غیر ضروری جھاڑ جھنکار کو کاٹ پھینکا ہے اور صرف زبان (عربی) کو درست بولنے، لکھنے اور سمجھنے کی حد تک ضروری قواعد کو بیان کیا ہے اور اس سلسلے میں بعض روایتی اصطلاحات کی جگہ نئی اصطلاحات میں قواعدِ زبان بیان کئے ہیں۔

اس طرح آج کل نحو کی تعلیم اور تدریس کو "وظیفی" (FUNCTIONAL) اور "تخصیصی" (SPECIALISED) میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ تخصیصی پر عبور پانے کی ضرورت صرف ان حضرات کو ہے جنہوں نے تمام عمر مدارس یا جامعات میں عربی نحو کی تعلیم و تدریس کو ہی اپنا پیشہ یا مہارت خصوصی بنانا ہو۔

جہاں تک زبان کے درست بولنے، لکھنے اور سمجھنے کا تعلق ہے اس کے لئے "نحو وظیفی" کے مسائل تک کی تعلیم کافی ووافی ہے اور اس درجہ تک پہنچنا بھی کوئی معمولی کارکردگی (ACHIEVEMENT) نہیں ہے، بنا بریں ہم نے کتب اعراب القرآن میں بیان کردہ مشکل یا "دقیق" مباحث کو شامل نہیں کیا ہے۔

(ج) کتب اعراب القرآن میں عموماً نص قرآنی کے ایک ایک کلمہ (اسم ہو یا فعل یا حرف) پر بات نہیں کی جاتی، بلکہ صرف چیدہ چیدہ اور قدرے مشکل اعراب والی آیات اور عبارات کو ہی زیر بحث لایا جاتا ہے اور بعض (مثلاً مکی بن طالب القیسی) نے تو صاف لکھا ہے کہ "ہماری کتاب مبتدیوں کیلئے نہیں بلکہ صرف منتہی اور ماہر نحو حضرات کیلئے لکھی گئی ہے"...... اعراب القرآن کی کتابوں میں سے حال ہی میں دارالارشاد حمص (شام) سے شائع ہونے والی استاد محی الدین الدرویش مرحوم کی کتاب "اعراب القرآن وبیانہ" واحد کتاب ہے جس میں قرآن کریم کے ایک ایک کلمہ پر نحوی بحث کی گئی ہے۔ ہم نے اس کتاب کو ہی نمونہ بناتے ہوئے نحو کے بظاہر معمولی اور مبتدیانہ مباحث کو بھی شامل بحث کر لیا ہے کیونکہ اس سے نحو کے ذریعے قرآن سمجھنے اور قرآن کے ذریعے نحو کے مسائل کو سمجھنے اور ان کا اعادہ کرنے کا دوطرفہ عمل جاری رہ سکتا ہے۔

(د) اعراب القرآن کی کتابوں میں عموماً کلمات کے مادہ اور اشتقاق بلکہ بعض دفعہ صرفی تعلیلات کا بھی ذکر کر دیا جاتا ہے۔ ہم نے اس کے لئے الگ عنوان **اللغۃ** مقرر کیا ہے۔ اس حصے میں سب سے پہلے ہر کلمہ کا "مادہ" اور "وزن" ہی بیان کیا گیا ہے۔ اور پھر اس کے معانی وغیرہ کی بات کی گئی ہے اور عنوان **الاعراب** کے تحت کسی کلمہ کے دوسرے کلمات کے ساتھ تعلق یعنی ترکیب نحوی کی بات کی گئی ہے۔ جس سے عبارت کے معنی متعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اس لئے بعض جگہ ہم نے کسی عبارت کے تقابلی ترجمہ کا

ذکر اسی..... "الاعراب" والے ـــ عنوان کے تحت کیا ہے۔

اس کے علاوہ کتاب میں اس بات کا التزام کیا گیا ہے کہ ہر کلمہ کا (اسم یا فعل کی حد تک) "مادہ" اور "وزن" بیان کرنے کے بعد تعلیل صرفی (اگر کوئی ہوئی ہو تو) کی طرف بھی "وزن اصلی" اور "شکل اصلی" لکھ کر اشارہ کر دیا ہے۔ تعلیل کے قاعدے کو ہر جگہ بیان نہیں کیا گیا۔ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ مطالعہ کنندہ ہمارے مطلوبہ معیار کے نصاب کو (جس کا ذکر آگے آرہا ہے) پڑھ چکا ہے اور وہ صرف اتنے اشارہ سے ہی تعلیل کو سمجھ جائے گا۔ نیز یہ طریقہ اس کے لئے پڑھے ہوئے قواعد صرف کے اعادہ' یاددہانی اور مزید مشق کا باعث بھی بنے گا۔ اس کے ساتھ ہی ہم نے مادہ کے بنیادی معنی کی طرف توجہ دلانے کیلئے ہر "مادہ" سے فعل ثلاثی مجرد (اگر مستعمل ہے) اپنے باب اور مصدر سمیت بیان کیا ہے اور عموماً وہی مصدر لیا گیا ہے جو قرآن کریم میں کسی جگہ مستعمل ہوا ہو ـــ ورنہ کسی ایک آسان سے مصدر کے بیان پر اکتفا کیا گیا ہے ـــ اور اگر وہ فعل ثلاثی مجرد قرآن کریم میں استعمال نہیں ہوا تو اس بات کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے۔

ہم نے اللغۃ عنوان کے تحت کسی مفرد کلمہ کے اردو معنی بیان کرنے میں' اور الاعراب عنوان کے تحت کسی عبارت کے بلحاظ ترکیب اردو معنی کے بیان میں' قرآن کریم کے قریباً تمام متداول اردو تراجم ـــ بلکہ بغرض نشان دہی بعض گمراہ کن تراجم کو بھی ـــ سامنے رکھا ہے اور کئی جگہ مُترجِم کا نام لئے بغیر تقابلی مطالعہ کیلئے مختلف تراجم کے اقتباسات پیش کئے ہیں۔ اس سے مطالعہ کنندہ کو ترجمہ کے غلط یا درست ہونے یا اس میں زبان اور محاورے کے لحاظ سے کسی خوبی کی کمی بیشی کا بھی پتہ چل سکتا ہے۔

گذشتہ صفحات میں بار بار یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہماری یہ (مجوزہ) کتاب کم تعلیم یافتہ لوگوں اور محض مبتدیوں کیلئے نہیں ہے ـــ اور نہ ہی اس سے علماء و فضلاء کو چراغ دکھانا مقصود ہے..... البتہ ان کے لئے بھی شاید یہ اس لحاظ سے قابل توجہ قرار پائے کہ اس میں بعض منتشر معلومات کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں اہل علم و فضل کی طرف سے تنقید و تبصرہ کی صورت میں ہر قسم کی راہنمائی کو بخوشی بلکہ بشکریہ قبول کیا جائے گا۔

یہ کتاب بنیادی طور پر..... لغۃ و اعراب کی حد تک ـــ صرف ان لوگوں کیلئے لکھی گئی

ہے جو عربی صرف و نحو کا کم از کم مندرجہ ذیل نصاب پڑھ چکے ہوں۔ اس نصاب کے مطالعہ میں اس حقیقت کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ ہر نئی زبان ابتداء میں مشکل معلوم ہوتی ہے۔ تھوڑی سی محنت کے بعد اللہ تعالیٰ آسان فرمادیتا ہے اور پھر جس قدر محنت کی جاتی ہے آسانیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ عربی سیکھنے جیسی نعمت کے لئے ذوق و شوق اور محنت بہر حال ضروری ہیں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

مجوّزہ نصابِ صرف و نحو

کلمہ اور اس کی اقسامِ ثلاثہ (اسم، فعل، حرف)

اِسم

مطالعۂ اسم کے چار پہلو :۔ حالت، جنس، عدد، وسعت

① **اسم بلحاظ حالت :** حالاتِ (استعمال) کی تبدیلی کی بناء پر اسم کے آخر میں تبدیلی یعنی اعراب کا تعارف۔ اِعراب (آخر کی تبدیلی) قبول کرنے یا نہ کرنے کے لحاظ سے اسم کی تقسیم: معرب، غیر منصرف اور مبنی

اعرابی تبدیلی کی تین صورتیں : رفع، نصب اور جر۔

علاماتِ اعراب۔ منقوص، ممدود اور مقصور۔

اسماء میں اعرابی علامات۔ غیر منصرف اسماء کی معروف اقسام اور ان کی پہچان (مثلاً عجمی نام، عورتوں کے نام ''ۃ'' پر ختم ہونے والے نام وغیرہ)

② **اسم بلحاظ جنس :** تذکیر و تانیث۔ حقیقی اور قیاسی مؤنث۔ علاماتِ تانیث۔ تائے مربوطہ اور تائے مبسوطہ کا فرق۔ سماعی مؤنث (باقاعدہ اور بے قاعدہ) اسم کی بصورتِ تذکیر و تانیث اعرابی علامات۔

③ **اسم بلحاظ عدد :** مفرد (واحد)، مثنیٰ (تثنیہ) اور جمع ــــ جمع سالم مذکر۔ جمع سالم مؤنث۔ جمع مکسر۔ اسم جمع۔ واحد تثنیہ اور جمع (مذکر و مؤنث) میں علاماتِ اِعراب۔ مشابہ تثنیہ اور مشابہ جمع سالم مذکر کلمات کا اعراب ــــ اعراب بالحرکات اور اعراب

بالحروف کی پہچان اور اسم کی اعرابی گردان کی مشق۔

④ .اسم بلحاظ وسعت (دلالت) : اسم ذات 'اسم معنی (عدد ' مصدر)،اسم صفت۔ نکرہ 'معرفہ 'معرفہ کی اقسام۔ معرف باللام ۔ ہمزۃ الوصل اور ہمزۃ القطع ۔ ہمزۃ الوصل والے اسماء ثمانیہ کا تعارف۔

● ضمیر کا مفہوم اور ضمائر کی اقسام : ضمائر کی بلحاظ مدلول غائب ' حاضر اور متکلم میں تقسیم۔

ضمائر کی اعرابی استعمال کے لحاظ سے تقسیم۔

مرفوع 'منصوب اور مجرور ضمیریں منفصل اور متصل ضمیر کا مطلب اور ان کی رفع ' نصب 'جر کی مختلف شکلیں ۔ یکساں اور مختلف شکلوں کی پہچان ۔

● اسم اشارہ 'اسم استفہام 'اسم موصول 'اسم شرط اور اسم عدد کی اقسام اور ان میں مبنی و معرب کی پہچان اور علامات۔

● مرکبات :۔ توصیفی 'اضافی 'جاری 'اشاری 'ظرفی اور عددی مرکبات کے قواعد'اسماء ستہ مکبّرہ میں سے صرف چار (ذو 'اب 'اخ اور فم) کی اعرابی گردان (جس مین ذو کی بلحاظ جنس اور بلحاظ عدد تمام صورتیں شامل ہوں)

● جملہ اسمیہ کے اجزاء کی ترتیب اور ترکیب۔ مفرد یا مرکب مبتداء اور خبر کی پہچان اور ان کے استعمال کے ضروری بنیادی قواعد۔

فعل

○ مادہ 'وزن :۔ حروفِ مادہ کی تعداد کے لحاظ سے فعل کی تقسیم۔ ثلاثی 'رباعی۔

○ فعل کی تقسیم بلحاظ زمانہ :۔ ماضی 'مضارع (برائے حال و مستقبل) 'امر۔

○ مادہ سے اشتقاقِ افعال تصریفات الفعل (گردانوں) کے ذریعے فعل کے مختلف صیغوں کی ساخت اور پہچان کے طریقوں کی مشق۔

○ فعل ثلاثی مجرد : ماضی اور مضارع کی تصریف (گردان) ۔ ابواب ثلاثی مجرد۔

○ فعل ثلاثی مزید فیہ کے صرف دس (قرآنی) ابواب (یعنی اِفعال' تفعیل' مفاعلة 'تفعّل' تفاعل' افتعال' انفعال' افعِلال' افعیلال اور استفعال) کے ماضی اور مضارع کی گردانیں اور ان کے مصادر اور اوزان کی پہچان۔

○ فعل رباعی مجرد اور اس کے مزید فیہ (سے صرف باب اِفعِلّال) کے ماضی مضارع کی گردان۔

○ تقسیم فعل بلحاظ معنی : فعل لازم اور متعدی کا تعارف اور اس کی پہچان (بذریعہ معنی یا بذریعہ باب) کا طریقہ — لازم ابوابِ فعل۔

○ فعل معروف اور فعل مجہول کا مفہوم۔ مختلف (متعدی) ابواب سے فعل مجہول — ماضی اور مضارع — کی گردانیں اور صیغوں کی پہچان کی مشق۔

○ مضارع کے تغیرات :۔ فعل مجرد و مزید فیہ کے مختلف ابواب سے مضارع منصوب بِلَنْ مضارع مجزوم بِلَمْ اور مضارع مؤکد بنون ثقیلہ و خفیفہ کی گردانیں......
بصیغۂ مجہول استعمال ہونے والے بعض افعال کا تعارف (مثل، غشی وزکم)

○ فعل امر اور فعل نہی (حاضر) کی تصریف (گردان)۔ امر غائب اور نہی غائب (معروف اور مجہول) کی گردان۔

○ فعل کی اقسام بلحاظ نوعیتِ حروف مادہ : صحیح اور غیر صحیح (سالم غیر سالم) فعل اور اس کی اقسام۔ مہموز اور مضاعف کے تغیرات (تخفیف و ادغام) کے قواعد اور مختلف ابواب سے ان کے ماضی اور مضارع (معروف و مجہول) مع تغیراتِ ثلاثہ (نصب' جزم اور تاکید) کی گردان۔ مہموز اور مضاعف سے فعل امر و نہی کی گردان اور صیغوں کی متبادل صورتوں کی پہچان۔

○ فعل غیر صحیح معتل (واوی یائی) کی اقسام۔ مثال' اجوف' ناقص اور لفیف (مقرون و مفروق) کے قواعدِ تعلیلات (اعلال) — ہر قسم کے فعل کی مجرد اور مزید فیہ کے (مستعمل) ابواب سے فعل ماضی اور مضارع (معروف و مجہول) اور امر و نہی کی گردانیں — معتل ابواب سے فعل مضارع کے تغیرات ثلاثہ (نصب' جزم' توکید) کے ساتھ گردانیں اور صیغوں کی شناخت۔

○ باب افتعال ' تفعل اور تفاعل (کی تاء) میں ابدال وادغام کے لازمی اور جوازی قواعد اور ان ابواب سے ماضی مضارع (معروف و مجہول) اور امر و نہی کی گردانیں اور صیغوں کی پہچان۔

○ صرفی قواعد (تخفیف ' ادغام ' تعلیل وغیرہ) کی بناء پر شکل بدلنے والے افعال کے صیغوں میں "وزن اصلی" اور "شکل اصلی" کی پہچان۔

○ جملہ فعلیہ کی ترکیب 'اس کے اجزاء کی ترتیب اور اس میں عدد و جنس کے استعمال کے قواعد۔ نون الوقایۃ کے مواقع استعمال۔

○ افعال ناقصہ 'لیس اور ما الحجازیہ 'افعال مقاربہ 'افعال الشروع 'افعال الرجاء 'افعال القلوب ' غیر متصرف افعال ' اسماء الافعال ' افعال مدح و ذم 'افعال تعجب کا تعارف۔

○ مادہ سے اشتقاق اسماء

(۱) **ابواب ثلاثی مجرد صحیح اور غیر صحیح سے اسماء مشتقہ کے اوزان:۔** اسم الفاعل 'اسم المفعول 'اسم الظرف 'اسم الآلہ 'اسم 'الصفۃ ' الصفۃ المشبّہۃ ' افعل التفضیل 'افعل الوان و عیوب اور اسم المبالغہ کے اوزان اور ان کی بناء پر اسمائے مشتقہ بنانے کی مشق اور ان اسماء کی گردانیں اور بدل جانے والی صورتوں کی پہچان۔

(۲) صحیح اور غیر صحیح مادوں سے رباعی مجرد اور ثلاثی و رباعی مزید فیہ ابواب سے (بن سکنے والے) اسماء مشتقہ کی ساخت کے قواعد اور ان کی پہچان۔

○ غیر صحیح مادوں سے قواعد صرفی کے تحت بدل جانے والے اسماء مشتقہ میں وزن اصلی اور شکل اصلی کی پہچان۔ غیر صحیح مادوں سے بننے والے بعض اسماء میں حروف مادہ کا قلب اور تعویض (مثل ماء ' شفۃ ' سنۃ 'ابن 'اسم 'اب 'اخ 'فم وغیرہ)

○ صرفِ صغیر کا تعارف اور اس کے ذریعے افعال اور اسماء مشتقہ کی ساخت اور پہچان کی مشق۔

○ اسماء مشتقہ میں سے اسماء مشبہ بالفعل (صرف فاعل ' مفعول ' صفۃ مشبہ اور مصدر) کے عملِ فعل کا تعارف اور عملی مثالوں سے مشق۔

حرف

حروف عاملہ اور ان کا معانی پر اثر۔۔۔ جارّہ، مشبہ بالفعل، نواصبِ مضارع، جوازِم مضارع، نفی اور نداء کے حروف۔

حروفِ غیر عاملہ اور ان کا معانی پر اثر، افعال پر داخل ہونے والے غیر عامل حروف۔

حروفِ جارہ کے فعل کے ساتھ بطور صلہ استعمال سے واقفیت۔

وجوہِ اعراب

اعراب الاسم

مرفوعات: مبتدا، خبر، فاعل، نائب فاعل، خبرانّ، اسم کان، منادٰی مفرد۔

منصوبات: مفاعیل خمسہ (مطلق، بہ، لہ، فیہ، معہ)، حال، تمییز، لائے نفی جنس، نداء اور استثناء (کی بعض صورتیں)، عددی مرکبات (میں بعض معدود یا تمیز)، محذوف الناصب منصوبات۔ تحذیر، اغراء، اختصاص، اشتغال الفعل۔

مجرورات: مجرور بالجر کا مجرور بالاضافہ، اضافت ظرف، بعض عددی مرکبات میں معدود یا تمیز کی جر۔

اعراب الفعل

فعل مضارع کے لفظی اور معنوی تمام نواصب اور جوازم کا مکمل تعارف۔

توابع:۔ نعت (حقیقی و سببی)، توکید (لفظی و معنوی)، بدل (اور اس کی اقسام؛ عطف۔

○ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل موضوعات کا بھی کم از کم سرسری مطالعہ ضرور کر لینا چاہئے۔

(۱) مزید فیہ ابواب کے تسمیہ کے مختلف طریقے (۲) ثلاثی اور رباعی مزید فیہ کے بقیہ (غیر قرآنی) ابواب (یعنی افعیعال، افعوّال، تفعلل، افعنلال) (۳) ملحق برباعی کا

تعارف (۴) خاصیات ابواب (۵) اسباب منع صرف (۶) اوزان جمع مکسر (قلت و کثرت) (۷) تصغیر (۸) نسبت (۹) اسم ثلاثی، رباعی اور خماسی (مجرد و مزید فیہ) (۱۰) ثلاثی مجرد کے اہم اوزانِ مصادر، مصدر جامد، مصدر صناعی، اسم المرۃ، اسم الهیئۃ (۱۱) نداء میں ندبہ، استغاثہ اور ترخیم کا استعمال (۱۲) تاریخ (میں دن، مہینہ، سال) بیان کرنے کا طریقہ (۱۳) کسری اعداد کا طریقہ (۱۴) ظروف مبینہ اور حروف عاملہ و غیر عاملہ کا تفصیلی بیان (۱۵) صرفِ کبیر کا تصور۔

مذکورہ بالا نصاب کے بیان میں موضوعات کی تدریسی تدریج سے زیادہ ان کی منطقی تقسیم اور ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مثلاً یہ ممکن ہی نہیں کہ صرف اسم کے سارے قواعد پہلے پڑھا دیئے جائیں اور اس میں فعل یا حرف کا ذکر بھی نہ آنے دیا جائے۔ ایک ہی موضوع سے متعلق تمام قواعد کو یکجا یا یکدم پڑھانے کی کوشش (جیسا کہ ہماری بیشتر پرانی نصابی کتابوں میں کیا گیا ہے) ہرگز مفید نہیں اس سے قواعد کے اطلاق کی عملی مشق بذریعہ تمرین و ترجمہ کے امکانات کم اور اسی نسبت سے نتائج حوصلہ شکن ہو جاتے ہیں۔
اس لیے ضروری ہے کہ بیک وقت مختلف نحوی صرفی موضوعات (اسم، فعل، حرف) کے قواعد و احکام کی ایک حکیمانہ امتزاج اور تدریج کے ساتھ ایسی مرحلہ وار تدریس ہو، جس میں "معلوم سے نامعلوم" اور "آسان سے مشکل" کی طرف چلنے کے زریں تعلیمی اصول کو پوری طرح مدنظر رکھا جائے اور ترجمتین اور تمرینات کے ذریعے قواعد زبان کو ذہن نشین کرانے کی مشق کرائی جائے۔

○ اس سلسلے میں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ صرف و نحو۔۔اور خصوصاً نحوی تعلیم کے "مبتدیانہ" سے لے کر "منتہیانہ" اور تخصصی مراحل تک بنیادی موضوعات اور مباحث تو قریباً یہی رہتے ہیں (جن کا اوپر نصاب میں ذکر ہوا ہے) فرق صرف نقطۂ توجہ، معیار کی سطح، ہدف کی وسعت اور مسئلہ تک پہنچ اور رسائی کے طریقے کا ہوتا ہے۔ اور اس کی مثال سیرت طیبہ یا عام تاریخ جغرافیہ وغیرہ کے وہ موضوعات ہیں جن کا مطالعہ مڈل یا میٹرک میں بھی کیا جاتا ہے اور پھر ایم اے یا اس سے بالاتر سطح پر بھی وہ زیر بحث لائے جاسکتے ہیں۔۔۔ لہٰذا عربی زبان کی ایسی تدریس۔۔۔ جس میں مختلف صرفی و نحوی موضوعات کا حکیمانہ امتزاج اور منطقی

تدریج بھی ہو اور جس کا ہدف اور مطمع نظر "وظیفی" (FUNCTIONAL) صرف و نحو کے ان تمام قواعد کا احاطہ (اور ان کا عملی اطلاقی استعمال) تو ہو، جن کا جاننا کسی بھی عربی ـــ بلکہ ادبی عربی ـــ عبارت کو سمجھ لینے اور اپنے مافی الضمیر کو عربی زبان ـــ دارجہ نہیں بلکہ فصحی ـــ میں درست طریقے پر سمجھانے کے لئے ضروری ہے ـــ اور جس میں پیشہ ورانہ تخصص سے متعلق علم النحو کے خالص نظریاتی مباحث میں الجھنا مطلوب و مقصود نہ ہو ـــ ایسی تدریس کے لئے اچھے استاد کے علاوہ دو قسم کی کتابوں کے بغیر چارہ نہیں ہو گا۔

(۱) ایک تو کوئی اچھا سا "درسیہ" (READER) جس میں طالب علم کے لئے معتد بہ مقدار میں ذخیرۂ الفاظ (VOCABULARY)، موزوں اور منتخب قرآنی دروس اور دیگر شستہ عربی نصوص (TEXTS) کی صورت میں موجود ہو۔

(۲) دوسرے قواعدِ صرف و نحو پر کوئی اچھی کتاب جس میں قواعد زبان کے تدریجی بیان کے ساتھ ساتھ ان کے عملی اطلاق (APPLIED GRAMMAR) کے لئے ترجمتین اور تمرینات کی صورت میں "سامانِ مشق" بھی جمع کیا گیا ہو۔

اور ایسی مفید درسی کتابوں کے انتخاب میں ان طلبہ اور شائقین عربی کی ضرورت کو خصوصاً ملحوظ رکھا جانا چاہئے جن کا اصل مسئلہ "وقت کی کمی" ہے۔ یعنی سکول کالج یا یونیورسٹی سطح تک کے تعلیم یافتہ لوگ جن کی معاشی مجبوریاں اور مصروفیات بھی سدراہ بنتی ہیں مگر بایں ہمہ وہ عربی زبان سیکھ کر قرآن کریم سے اپنے ایمانی اور قلبی تعلق کے ساتھ ساتھ، اس سے اپنا ذہنی اور شعوری علمی رابطہ بھی قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی تعداد بھی بفضلہ تعالیٰ روز افزوں ہے ـــ یہ حضرات اب نہ تو مدارس عربیہ میں کئی برس لگا سکتے ہیں اور نہ ہی وہ کسی ایسے پیچیدہ طریقِ تعلیم کے متحمل ہو سکتے ہیں جس میں ڈول کھینچنے کی مشق زیادہ کرائی جاتی ہو پانی چاہے آئے یا نہ آئے ـــ اور ستم ظریفی یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے "فہم قرآن کی خاطر تعلّم عربی" کے شوق کو بعض مطوّلات سے شرفیاب ایسے بھاری بھر کم اہلِ علم و فضل کی تنقید بلکہ تضحیک کا نشانہ بھی بننا پڑتا ہے، جو "درجہ ضرورت" اور "درجہ فضیلت" کے درمیان ـــ یا بالفاظ دگر قواعد زبان کی تعلیم میں "عملی ضروریات" (FUNCTIONAL NEEDS) اور علمی و نظریاتی مباحث پر مبنی "ذہنی تعیّشات" (INTELLECTUAL LUXURY) یا پیشہ ورانہ تخصص (SPECIALIZATION) کے مقتضیات کے

درمیان فرق کرنے کے قائل نہیں۔

اس وقت بازار میں "عربی سکھانے والی" کتابوں کی کمی نہیں تاہم ان میں سے (۱) بعض کا مقصد صرف "عربی بول چال" سکھانا ہے۔ یہ "دبئی" جانے والوں کے لئے مفید ہوں تو ہوں مگر ان کا ہمارے مقصد ــــ یعنی "قرآن فہمی کے لئے عربی" سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۲) بعض کتابوں کا مقصد قواعد زبان سکھانا تو ہے (جو فہم قرآن والی عربی کے لئے ضروری ہیں) مگر ان میں سے اکثر میں مشق اور ترجمہ کا سامان نہ ہونے کے برابر ہے جس سے ان کی تعلیمی افادیت کم ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ قواعد بغیر مشقوں اور جملوں اور عبارتوں (ترجمتین) کے ذہن میں جاگزین نہیں ہو سکتے ــــ اور اسی زمرے میں آتی ہیں ہمارے درس نظامی میں متداول صرف و نحو کی معروف نصابی کتابیں، جن سب میں ــــ میزان و منشعب سے لے کر فصول اکبری تک ــ اور نحو میر سے لے کر ملا جامی تک ــــ بلکہ اوپر تک ــــ ہر جگہ قواعد زبان کو مجرد علمی اور نظری (THEORATICAL) انداز میں پڑھانے کا غیر فطری طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ گویا، بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی "پیراکی کا فن پانی سے باہر سکھایا جاتا ہے۔"

(۳) قواعد زبان پر کسی حد تک ــــ اگرچہ ترجمتین کے بغیر ــــ سامانِ مشق والی بعض عمدہ کتابیں (مثلاً النحو الواضح) عربی زبان میں موجود ہیں تاہم اردو یا انگریزی دان اور وقت کی کمی کے "شکار" مبتدی کے لئے یہ بھی بے سود ہیں۔

(۴) بعض کتابوں کا مقصد ترجمہ اور انشاء (مضمون نویسی) کی استعداد پیدا کرنا ہے (مثلاً معلم الانشاء) ــ ان میں ضروری نحوی قواعد کی ترجمتین کے ذریعے مشق کا تو بہت عمدہ مواد موجود ہے مگر صرفی مباحث (خصوصاً تعلیلات) سے یکسر صرف نظر کر لیا گیا ہے۔ غالباً اس مفروضہ پر کہ یہ چیزیں طالب علم پہلے پڑھ چکا ہے۔ نیز عربی انشاء پردازی "فہم قرآن والی عربی" کا لازمی حصہ بھی نہیں ہے۔

○ ان تمام امور کو ذہن میں رکھتے ہوئے راقم الحروف کے نزدیک ان اہل علم اساتذۂ عربی کی رائے قابل ترجیح اور اقرب الی الصواب ہے، جو عربی زبان اور اس کے قواعد کی تعلیم کے لئے جدید اور عملاً زیادہ مفید طریقہ تعلیم پر مبنی کتابوں کے ذریعے تدریس کے حق میں ہیں۔ خوش

قسمتی سے ایسی متعدد مفید تالیفات بھی معرض وجود میں آچکی ہیں جن کو بہتر متبادل نصابی کتابوں کے طور پر استعمال کرنے سے "کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ" بہتر نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ اس "نصاب جدید کی ضرورت" کے تحت ایسے تعلیم یافتہ طالب علم کے لئے جو کسی حد تک اردو انگریزی کی گرامر سے آشنا ہے اور جو درست اور رواں ناظرہ قرآن پڑھ سکتا ہے یعنی مشکول عربی عبارت کی قراءت (READING) پر قادر ہے [۱] ــــ ایسے طالب عربی کے لئے عربی زبان کی تدریس کا آغاز کسی اچھے مشکول عربی ریڈر سے کرنا چاہئے۔ سب سے پہلے حکومت پاکستان۔ وزارت تعلیم۔ کی تیار کردہ لازمی عربی کی کتاب "لغۃ الاسلام" کے پہلے دو حصے (چھٹی اور ساتویں جماعت والے) ایک یا ڈیڑھ مہینے میں صرف ترجمہ کے ساتھ پڑھا دیئے جائیں۔ اس کے بعد دکتور امین المصری مرحوم کی کتاب "طریقہ جدیدہ" شروع کرا دی جائے ــــ (یا اس کے بدل کے طور پر محمد بشیر کی "اقرأ" سے بھی "کام چلایا" جاسکتا ہے) ــــ یہ ریڈر ــــ اور خصوصاً "طریقہ جدیدہ" ــــ لغۃ فصحی میں بول چال سکھانے بلکہ ذوقِ انشاء کے بیج بونے کا کام بھی دے سکتے ہیں ــــ دو مہینے بعد ریڈر کے ساتھ ساتھ قواعد زبان کی تدریس کے لئے عبدالستار خاں کی "عربی کا معلم" استعمال کی جائے ــــ کم از کم دو ڈھائی گھنٹے (تین پیریڈ) روزانہ کی تدریس سے کم و بیش ایک سال میں طریقہ جدیدہ (تینوں حصے) اور عربی کا معلم (چاروں حصے) ختم کرائے جاسکتے ہیں اور اس سے طالبعلم کے ذخیرۂ الفاظ میں خاطر خواہ اضافے کے علاوہ گزشتہ صفحات میں مجوزہ نصاب کا بیشتر حصہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ طالب علم میں معجم (عربی ڈکشنری) استعمال کرنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور بہتر یہ ہوگا کہ عربی سے عربی ڈکشنری کے استعمال کی عادت ڈالی جائے۔

---

[۱] برصغیر میں انگریزوں سے پہلے بلکہ ان کے زمانے میں بھی دینی مدارس میں عربی صرف و نحو کی تعلیم کے لئے فارسی دان "قرآن خوان" ہونا بنیادی ضرورت سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ عام تعلیم کا آغاز اولاً قرآن پڑھنے۔ بلکہ حفظ کرنے ــــ سے اور پھر فارسی پڑھنے سے ہوتا تھا۔ درس نظامی کی بیشتر ابتدائی نصابی کتابوں میں فارسی کو ہی ذریعہ تعلیم سمجھا گیا ہے۔ اب اردو تراجم و حواشی فارسی عربی کی جگہ لے رہے ہیں۔

اس استعداد کو مزید بڑھانے کے لئے چاہیں تو اگلے مرحلہ میں :۔

○ ــــ مزید "درسیہ" (ریڈر) کے طور پر ابوالحسن علی ندوی کی "قصص النبیین" (پانچوں حصے)۔

○ ــــ قواعد نحو کے اعادہ کے لئے "النحو الواضح" یا شوقی ضیف کی "تجدید النحو" ــــــ اور

○ ــــ علم الصرف کی مزید مشق کے لئے السورتی کی "علم الصرف" یا امرتسری کی "کتاب الصرف" ــــــ اور صرف کبیر (خصوصاً غیر صحیح) کی تمرین کے لئے چرتھاولی کی "علم الصرف" (آخرین) یا شرتونی کی "جداول تصریف الافعال" ــــــ اور

○ ــــ ترجمہ وانشاء کے لئے ندوۃ العلماء کی "معلم الانشاء" (پہلے دو حصے) بھی پڑھ لئے جائیں تو بہت نفع ہو گا ــــ اور عربی کی بنیادی استعداد پختہ ہو جائے گی۔

تاہم صرف "طریقہ جدیدہ" (تینوں حصے) اور "عربی کا معلم" (چاروں حصے) سمجھ کر ــ سبقاً سبقاً ــ تمام مشقوں اور تمرینات کے ــــ عملی کام کے ــــ ساتھ پڑھ لینے سے بھی طالب علم وہ تمام صرفی اور نحوی قواعد پڑھ لیتا ہے جس کے بعد "لغات و اعراب قرآن" سمجھانے کا کام شروع کیا جا سکتا ہے۔ کتاب "عربی کا معلم" اپنی بعض خامیوں اور نقائص کی بناء پر محتاجِ اصلاح و ترمیم ہونے کے باوجود 'اس وقت عربی زبان کو قواعد صرف و نحو کی بناء پر سکھانے والی ــــ بازار میں دستیاب کتابوں میں سے غالباً واحد کتاب ہے جس میں صرفی و نحوی قواعد کے قریباً مکمل بیان کے ساتھ ساتھ تمرین اور ترجمتین کے ذریعے نسبتاً زیادہ سامانِ مشق موجود ہے ــــ اور ساتھ "کلید" کی فراہمی کی بناء پر یہ کتاب بڑی حد تک "خود آموزی" کے تقاضے بھی پورے کرتی ہے۔ اس کتاب کی تدریس میں کوئی بھی سمجھدار استاد 'اس کے اسباق کی ترتیب میں مناسب ردوبدل کر لینے سے 'بہترین نتائج حاصل کر سکتا ہے ــــ اور کوئی بھی اچھا طالب علم اس کتاب کو ایک دفعہ کسی استاد سے پڑھ لینے کے بعد از خود ــــ اور بذریعہ کلید ــــ اس کا اعادہ کرنے اور اس میں سے دوبارہ گزر جانے سے کم از کم قواعدِ صرف و نحو کی حد تک اپنی "عربی دانی" میں استحکام پیدا کر سکتا ہے۔ اور جب

تک اللہ کا کوئی بندہ اس کتاب (عربی کا معلم) کے ہی اسلوب پر، مگر اس سے بہتر ترتیب و تدریج اور بہتر مواد کے ساتھ کوئی "نیا معلم عربی" شائقین کو مہیا نہیں کر دیتا، اس وقت تک اس کو ہی بنیادی نصابی کتاب کے طور پر استعمال کرتے رہنا یقیناً فائدہ مند ہے۔ کسی آدمی کی "عربی دانی" کا سب سے بڑا معیار یا ثبوت یہ ہے کہ وہ کسی غیر مشکول عربی عبارت ــــ خصوصاً شعر ــــ کو درست پڑھ سکتا ہو ــــ بلکہ ایک لحاظ سے اتنی استعداد پیدا کر لینا انشاء پردازی پر قدرت رکھنے سے بھی مشکل ہے۔ اس لئے کہ اس میں ــــ یعنی غیر مشکول عربی عبارت یا کتاب کو درست پڑھنے میں ــــ کلمات کی بِنائی اور اعرابی حرکات کو نظر پڑتے ہی فوراً سمجھ جانے کی زیادہ ضرورت ہے۔ ورنہ عبارت یا کلمات کے غلط تلفظ ــــ اور غلط قراءت کا امکان یا خطرہ ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ عرب ریڈیو اسٹیشنوں سے نشرۃ الاخبار (خبریں) پڑھتے ہوئے جلدی میں عبارت غلط پڑھ کر ــــ معذرت کر کے ــــ "خبر خواں" کو عبارت دوہراتے ہوئے سننے کا اتفاق بھی ہوا ہے ــــ عربی عبارت لکھتے وقت کلمات کے درست تلفظ سے زیادہ ان کے درست معنی اور درست استعمال پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس کا نمونہ تو آپ اردو میں بھی ــــ "دیکھ" سکتے ہیں۔ بعض لوگ اچھی خاصی ادیبانہ عبارت لکھ سکنے کے باوجود اپنے ہی استعمال کردہ ــــ اور درست استعمال کردہ ــــ کلمات کے درست تلفظ سے آگاہ نہیں ہوتے۔ دراصل کسی بھی زبان کی تعلیم سے نہ تو ہر آدمی کا مقصد ادیب بننا ہوتا ہے اور نہ ہر آدمی کے لئے ایسا ممکن ہی ہے۔ بنیادی مسئلہ زبان کے ذخیرۂ الفاظ ــــ بلکہ اس سے بھی زیادہ زبان کے قواعدِ صرف و نحو (گرامر) پر اتنی دسترس کا ہونا ہے جسکی بناء پر آدمی اس زبان کی کوئی کتاب پڑھ اور سمجھ سکتا ہو۔ دنیا کی دوسری بہت سی زبانوں میں ــــ جن میں حروفِ علت یا "صائت حروف" (VOWELS) حرکات کا کام دیتے ہیں ــــ ایسی زبانوں میں تو ممکن ہے کہ کسی عبارت کو سمجھے بغیر ہی بڑی حد تک درست پڑھا جا سکتا ہے۔ مگر عربی زبان میں "حروفِ حرکت" نہ ہونے کی وجہ سے معنی سمجھے بغیر عبارت کا درست پڑھنا ناممکن ہے۔

تاہم قرآن کریم کا معاملہ جدا ہے۔ یہاں تمام عبارت مشکول (مکمل حرکات کے ساتھ) ہوتی ہے۔ لہٰذا قواعدِ زبان کا علم، قرآن کریم کے معنی سمجھنے میں سہولت کا باعث بنتا

ہے ــــــ اور قرآنی کلمات کے مشکول ہونے کی بناء پر خود قرآن کریم کے ذریعے ہی قواعدِ زبان کی مشق اور تمرین کا موقع مل جاتا ہے۔ ہماری اس زیر تالیف کتاب (لغات واعراب قرآن) میں یہی اصول مد نظر رکھا گیا ہے کہ قواعد زبان کی بناء پر نص قرآنی کا براہ راست فہم حاصل کیا جائے ـــ اور قرآن کریم کی عبارات اور اس کے کلمات کی صرفی نحوی توضیح کے ذریعے قواعدِ زبان ـــ صرف و نحو کے مسائل ـــ کی مشق اور ان کے اعادہ اور یاد دہانی کا عمل جاری رکھا جائے۔ گویا ہمارا اشعار (MOTTO) یہ ہے کہ ـــ "عربی سیکھئے ـــ قرآن کے لئے۔ قرآن کے ذریعے" امید ہے کہ اس کتاب کے ذریعے عربی زبان کی صرف و نحو کا نسبتاً زیادہ مدت تک مطالعہ کرنے والوں ـــ مثلاً درس نظامی کے موقوف علیہ یا اس سے کچھ کم تک تعلیم یافتہ حضرات ـــ کو اپنا علم (صرف و نحو)، فہم قرآن میں استعمال کرنے کا موقع ملے گا ـــ اور نسبتاً کم وقت میں قواعدِ زبان سیکھنے والوں ـــ اور لہٰذا ـــ تمام قواعد کو پوری طرح ذہن نشین نہ کر سکنے والے حضرات ـــ خصوصاً ہمارے مجوزہ نصاب سے کم از کم ایک دفعہ "گزر جانے والے" حضرات ــــــ کو اس کتاب کے ذریعے قواعد زبان کو ذہن میں جاگزین کرنے کے لئے بتکرار "مشق و اعادہ" کا موقع میسر آئے گا۔ صرفی قواعد کا بیان "اللغۃ" میں اور نحوی قواعد کا بیان "الاعراب" میں۔

○ ـــ "لغات و اعراب قرآن" کے اس بیان کے ساتھ ساتھ اس کتاب کے ذریعے اصحاب شوق اور ارباب ذوق کو دو ایسے قرآنی علوم سے متعارف کرانے کی کوشش بھی کی گئی ہے، جو اگرچہ فہم قرآن کے لئے تو ضروری نہیں ہیں، مگر قرآن کریم کی درست کتابت اور درست قراءت کا انحصار ان ہی دو علوم پر ہے ـــ اور یہ ہیں "علم الرسم" اور "علم الضبط" ـــ علم الرسم کا مقصد کلمات قرآن کے صحیح طریقِ املاء اور ان کے درست ہجاء (SPELLING) کا تحفظ ہے۔ اور علم الضبط کی غایت ـــ حروف پر حرکات (زبر، زیر، پیش، شد، سکون) ڈال کر، عربی زبان اور اس کے قواعد کو نہ جاننے والے آدمی کو بھی، قرآن کریم کی درست قراءت ـــ ناظرہ قرآن خوانی ـــ کے قابل بنانا ہے۔ اور اسی علم کی بناء پر ہی دنیا بھر میں لاکھوں ـــ بلکہ کروڑوں مسلمان عربی زبان نہ جاننے ــــــ بلکہ اپنی مادری زبان میں بھی لکھنا پڑھنا تک نہ جاننے ـــ کے باوجود قرآن مجید کو اس انداز میں

پڑھ سکتے ہیں کہ گویا وہ اس کو سمجھ کر پڑھ رہے ہیں۔

علم الرسم کی بنیاد یہ ہے کہ قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کو اسی ہجاء اور طریق املاء کے مطابق لکھا جائے' جو خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں تیار کردہ ___ اور شائع کردہ ایڈیشن کے ___ مصاحف (نسخہ ہائے قرآن) میں اختیار کیا گیا تھا[1]۔ اور دراصل یہ مصاحف عہد نبویؐ میں رائج خط اور طریق املاء و ہجاء کے مطابق ہی لکھے گئے تھے۔ اس لئے کہ ان کی تیاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ۱۵۔ ۲۰ سال بعد ہی عمل میں آئی تھی۔ اور ان کی کتابت میں اہم کردار بھی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تھا ___ جنہوں نے عہد نبویؐ میں بھی کتابتِ وحی کا کام کیا تھا اور عہد صدیقی میں قرآن مجید کو بصورت صحف (چھوٹے چھوٹے اجزاء میں) لکھنے میں بھی ان کا بڑا حصہ تھا۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ عربی زبان کے عام طریق املاء میں بعض اصلاحات یا تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ مگر قرآن کریم کے لئے اسی پرانے اور اصلی طریقِ املاء ___ جسے اب رسم عثمانی یا رسم المصحف کہا جاتا ہے ___ کو ہی برقرار رکھا گیا۔ اس مقصد کے لئے اس علم ___ علم الرسم ___ پر متعدد اہم کتابیں تالیف کی گئیں ___ جن کی بنیاد مصاحفِ عثمانی کے دقیق تقابلی مطالعہ اور مشاہدہ پر رکھی گئی تھی۔

بعض خاص حالات اور اسباب کی بناء پر مشرقی اسلامی ممالک ___ مثلاً ترکی' ایران اور برصغیر میں رسم عثمانی کی خلاف ورزی کا ارتکاب عام ہو گیا ہے اور اب اس غلطی کا ازالہ نہایت ضروری ہے۔ قرآنی رسم الخط یا رسم عثمانی کا مسئلہ آج کل خصوصاً اس لئے بھی اہم ہو گیا ہے کہ بعض عرب ممالک (خصوصاً سعودیہ) نے حکومت پاکستان کی توجہ اکثر پاکستانی مصاحف (مطبوعہ) میں رسم عثمانی کی بکثرت مخالفات اور اغلاط کی طرف مبذول کرائی ہے ___ اور اس میں بڑی حد تک صداقت بھی ہے۔ حکومت پاکستان از روئے آئین پاکستانی ناشرانِ قرآن کو درست کتابت (جس میں رسم عثمانی کا التزام بھی شامل ہے) کے ساتھ

---

[1] ان مصاحف کی تیاری ایک معروف تاریخی واقعہ ہے۔ جس کی تفصیلات اس وقت موضوع بحث نہیں۔ مگر جن کو تاریخ اسلام یا تاریخ علم الرسم کی کسی کتاب میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اشاعتِ قرآن کا پابند کرنے کی ذمہ دار ہے ــــ مگر عجیب بات ہے کہ اس معاملے میں حکومت اور ناشرینِ قرآن ــــ دونوں ہی ــــ رسم عثمانی یا رسم مصحف کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ بہت سے عرب اور افریقی ممالک میں اشاعتِ قرآن حکومت کی نگرانی میں ہوتی ہے اور وہاں رسمِ عثمانی کے التزام کی قانونی پابندی موجود ہے۔ ساتھ ہی قرآن کریم کے کاتبوں اور ناشروں کی رہنمائی کے لئے رسمِ عثمانی کے موضوع پر عربی زبان میں متعدد اہم تالیفات موجود ہیں۔ مثلاً عرب اور افریقی ممالک میں رسم المصحف کے سلسلے میں زیادہ تر عثمان بن سعید الدانی الاندلسی (ت۔ ۴۴۴ھ) کی "المقنع" اور اس کے شاگرد ابو داؤد سلیمان بن نجاح الاندلسی (ت۴۹۶ھ) کی "التنزیل فی ہجاء المصاحف" پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ (مؤخر الذکر کتاب ابھی تک کہیں طبع نہیں ہوئی البتہ اس کے مخطوطات موجود ہیں)

اردو زبان میں اس موضوع پر کوئی تالیف موجود نہیں ہے ہم نے اپنی اس کتاب میں "لغات و اعراب" کی بحث کے ساتھ ساتھ کلماتِ قرآن کی رسم عثمانی کے مطابق درست املاء کے طریقے سے بھی بحث کی ہے اور متفق علیہ یا مختلف فیہ رسم کا ذکر بھی کیا ہے اس مقصد کے لئے کتاب میں "اللغۃ" اور "الاعراب" کی طرح ایک مستقل عنوان "الرسم" بھی مقرر کر دیا گیا ہے۔ اور اس عنوان کے تحت رسمِ عثمانی کے لئے بعض دفعہ اس کے دوسرے اصطلاحی نام مثلاً "رسم قرآنی" یا "رسم المصحف" یا "ھجاء المصحف" بھی استعمال کئے گئے ہیں ــــ اسی طرح مقابلہ اور موازنہ کے لئے عربی کے عام طریقِ املاء و ہجاء کا ذکر "رسمِ املائی"، "رسمِ معتاد" یا "رسمِ قیاسی" کے نام سے کیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں ہم نے ایشیائی اور افریقی ممالک (مثلاً سعودیہ، شام، مصر، تونس، لیبیا، مراکش، نائیجیریا، غانا، ترکی، ایران اور برصغیر پاک و ہند) کے عام مطبوعہ مصاحف اور رسم عثمانی پر مبنی واحد پاکستانی مصحف (مولوی ظفر اقبال مرحوم کا مرتبہ "تجویدی قرآن") کے علاوہ علم الرسم کی حسب ذیل کتابوں سے براہ راست استفادہ بھی کیا ہے۔ (۱) الدانی کی "المقنع" (۲) المارغنی کی "دلیل الحیران" (جو الخراز کی مورد الظمآن فی رسم احرف القرآن کی شرح ہے) (۳) ابو زیتحار کی "لطائف البیان" (یہ بھی الخراز کی

مختصر شرح ہے) (۴) ابن القاصح کی ''تلخیص الفوائد'' (جو شاطبی کے قصیدہ رائیہ ــــ العقیلہ ــــ کی شرح ہے)۔ (۵) الضباع کی ''سمیر الطالبین'' (جو بقول مؤلف المقنع 'التنزیل اور العقیلہ کے مسائل کا خلاصہ ہے) اور (۷) ارکاٹی کی ''نثر المرجان فی رسم نظم القرآن (یہ کتاب برصغیر کے ایک عالم کی تالیف ہے اور عربی زبان میں ہے)۔ رسم عثمانی کے مسائل کو بزبان اردو پیش کرنے اور وہ بھی ایک ایک کلمہ کو زیر بحث لانے کی سعادت (غالباً) پہلی دفعہ ہم اپنی اس کتاب (اعراب ولغات قرآن) کے ذریعے حاصل کر رہے ہیں۔

ــــ علم الضبط کا مختصر قصہ یوں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ والے مصاحف نہ صرف حرکات (زبر' زیر' پیش) سے معرّی تھے بلکہ اعجام (نقطوں کے ذریعے مشابہ حروف مثلاً د اور ذ کی پہچان) سے بھی خالی تھے۔ جب غیر عرب مسلمانوں کی تعداد بڑھی تو قرآن کریم کی درست قراءت کیلئے علاماتِ اعجام اور علامات ضبط ــــ یعنی حرفوں کے نقطے اور ان پر حرکات کی علامات ــــ ایجاد کی گئیں۔ پھر ان علامات میں اصلاح اور اضافہ کا عمل جاری رہا ــــ بلکہ اب تک جاری ہے' اور اس علم کی اپنی ایک طویل تاریخ ہے۔ مختلف ملکوں اور زمانوں میں مختلف علامات ضبط ایجاد ہوتی اور استعمال ہوتی رہیں اور ہو رہی ہیں۔ ہر ملک کا مسلمان بچپن میں ہی اپنے ہاں رائج طریق ضبط کی تعلیم (بذریعہ قرآنی قاعدہ) کی بناء پر' قرآن کریم ناظرہ درست پڑھ لیتا ہے۔ مگر کسی دوسرے ملک میں رائج مختلف اور ناآشنا طریق ضبط کے مطابق قرآن پڑھنا اس کے لئے دشوار ہوتا ہے۔

آج کل سعودیہ میں غیر عرب ملکوں خصوصاً برصغیر پاک وہند سے مصاحف کی درآمد ــــ رسم عثمانی کی خلاف ورزی کی بناء پر ــــ ممنوع ہے۔ بلکہ حاجیوں کو اپنا نسخۂ قرآن مسجد کے اندر لے جانے کی اجازت ہی نہیں دی جاتی اور یوں عملاً ہر ایک آدمی کو صرف سعودی حکومت کے مطبوعہ مصحف (جس کی بھاری مقدار حرمین شریفین میں رکھ دی گئی ہے' بلکہ حاجیوں میں مفت تقسیم بھی کیا جاتا ہے) سے ہی تلاوت کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ جس کے طریق ضبط سے ناواقفیت کی بناء پر لوگ درست قراءت ہرگز نہیں کر سکتے اور یہ سعودی حکومت یا اس کے مشیر علماء کا غیر دانشمندانہ بلکہ متعصبانہ اور جاہلانہ اقدام ہے۔

اس لئے کہ علم الرسم کے التزام کو تو ایک طرح کی تقدیس حاصل ہے اور وہ چودہ سو سال سے یکساں چلا آتا ہے مگر علم الضبط کا معاملہ مختلف ہے اور علاماتِ حرکات تو گذشتہ چودہ صدیوں میں اور متعدد اسلامی ممالک میں ہمیشہ اصلاح و ترمیم اور حک و اضافہ کے عمل سے گزرتی رہی ہیں، لہٰذا کسی ایک ملک کے "ضبط" کو "رسم" کے برابر اہمیت دینا حماقت ہے ___ آج کے اسلامی ممالک کے مطبوعہ مصاحف میں موجود علاماتِ ضبط کے اسی فرق کو سمجھانے کے لئے ہم نے اس کتاب میں "الضبط" عنوان کے تحت قارئین کے سامنے ایک ہی کلمہ ___ اور بلحاظ رسم متفق علیہ اور یکساں مکتوب کلمہ کے مختلف طریقہ ہائے ضبط کی مثالیں پیش کی ہیں۔ ممکن ہے اس کے ذریعے قاری کو کسی دوسرے ملک ___ خصوصاً سعودیہ ___ کے مطبوعہ مصحف سے بھی تلاوت کرنا آسان ہوجائے۔ اس مقصد کیلئے کتاب میں ایک ہی کلمہ کو مختلف طریق ہائے ضبط کے مطابق ___ الگ الگ لکھ کر ___ مضبوط کیا گیا ہے تاکہ قاری پر باہمی فرق واضح ہوجائے اور ساتھ ہی کہیں کہیں کسی ملک کے ضبط کا قاعدہ کلیہ بھی بیان کردیا ہے تاکہ بار بار کی تکرارِ کتابت کی ضرورت نہ رہے ___ خیال رہے کہ علم الرسم کی طرح علم الضبط پر بھی مستقل تالیفات موجود ہیں بلکہ مصر کے دینی مدارس ___ خصوصاً الازہر کی مرحلہ ثانیہ کی جماعتوں میں اس علم کی تدریس داخل نصاب ہے۔ راقم الحروف کے سامنے الدانی کی "المحکم فی نقط المصاحف"، التنسی کی "الطراز فی شرح ضبط الخراز" (مخطوطہ کا فوٹوسٹیٹ)احمد ابو زیتحار کی "السبیل الی ضبط کلمات التنزیل" اور علی محمد الضباع کی "سمیر الطالبین"، (جس کا آخری حصہ ضبط سے متعلق ہے) ___ موجود تھیں، مگر اس معاملے میں زیادہ مدد مختلف ملکوں کے مصاحف سے لی گئی ہے۔ اس لئے کہ مذکورہ بالا کتابیں زیادہ تر عرب اور افریقی ممالک میں رائج طریق ضبط کی بات کرتی ہیں ___ مشرقی ممالک کے ضبط پر کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔ ماسوائے "تجویدی قرآن" مطبوعہ پاکستان کے مقدمہ کے جس میں اس مصحف کے طریقِ ضبط کو متعارف کرایا گیا ہے۔ کتاب کے عنوان "الضبط" کے تحت مختلف ممالک کے مصاحف میں سے طریقِ ضبط کا ذکر یا اس کا نمونہ حسب ذیل ترتیب کے مطابق آئے گا۔ (۱) برصغیر پاک و ہند کا عام ضبط (۲) تجویدی قرآن (پاکستانی) (۳) ترکی (۴) ایران (۵) عرب ممالک (مصر، سعودیہ، شام، ان سب کا ضبط یکساں ہے) (۶)

افریقی ممالک (تونس، مراکش، نائیجیریا، لیبیا وغیرہ ان سب میں انداز خطاطی اور ''اسلوب قلم'' کے فرق کے باوجود طریق ضبط یکساں بلکہ بیشتر عرب ممالک کے ضبط سے مماثل ہے)
(۷) چین (۸) دیگر ممالک۔

اگر کسی کلمہ میں اختلاف ضبط کا باعث اختلاف قراءت ہے (مثلاً ورش، قالون یا الدوری کی قراءات جو افریقی ممالک میں رائج ہیں اور ان کے مطابق لکھے گئے مطبوعہ مصاحف بھی دستیاب ہیں) تو اسے نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں بحثِ اعراب کی طرح ضبط کے معاملے میں بھی صرف قراءتِ حفص عن عاصم پر اختصار کیا گیا ہے۔

کتاب میں آیاتِ سور کو مختلف ''قطعات'' میں تقسیم کر کے ہر قطعہ کی گنتی (PARAGRAPHING) کا ایک خاص طریقہ اختیار کیا گیا ہے جس میں سب سے پہلے سورۃ کا نمبر، پھر اس سورۃ کے زیر مطالعہ ''قطعہ آیات'' (جو ایک یا ایک سے زیادہ آیات پر مشتمل ہو گا) کا مسلسل ترتیبی نمبر اور اس کے بعد ''اللغۃ'' عنوان کیلئے (۱) ''الاعراب'' کیلئے (۲) الرسم کیلئے (۳) اور ''الضبط'' کیلئے (۴) نمبر ہو گا۔ اور یہ نمبر سطر کے دائیں طرف حاشیہ میں یا حاشیہ سے شروع کر کے اس طرح لکھے جائیں گے مثلاً ۲ : ۲ : ۳ کا مطلب ہو گا سورۃ البقرہ کے دوسرے قطعہ آیات میں بحث الرسم اسی طرح ۲ : ۳ : ۲ کا مطلب ہو گا سورۃ البقرہ کے تیسرے قطعہ میں بحث الاعراب وہکذا۔

پیراگرافنگ کا یہ طریقہ آگے چل کر کسی گذشتہ بحث کی طرف اشارہ یا حوالہ کا کام دے گا۔ کتاب میں قرآن کریم کی ترتیبِ تلاوت کے مطابق ہر سورت کا آیت بآیت لفظ بلفظ مطالعہ کرنے کیلئے طریق کار یہ اختیار کیا گیا ہے کہ اولاً زیر مطالعہ آنے والا ایک ''قطعۂ آیت'' بطور عنوانِ بحث لکھا گیا ہے۔ جس میں نص قرآنی کا کچھ حصہ ـــــ جو کم از کم ایک آیت (یا اس سے زیادہ) پر مشتمل اور فی نفسہ ایک مستقل مفہوم کا حامل ہو ـــــ درج کیا گیا ہے ـــــ اس کے بعد اس ''قطعہ آیات'' یا قرآنی عبارت کے ایک ایک لفظ پر باری باری چار مقررہ عنوانات (۱۔ اللغۃ، ۲۔ الاعراب، ۳۔ الرسم، ۴۔ الضبط) کے تحت بحث کی گئی ہے۔

پہلی دفعہ (یعنی بطور عنوانِ بحث) لکھتے وقت قرآنی نص (عبارت) عام پاکستانی مصاحف کی بہترین نمائندگی کرنے والے مصحف یعنی انجمن حمایت اسلام، لاہور کے مطبوعہ

نسخہ قرآن کے مطابق لکھی گئی ہے اور قطعہ آیات کی اس بطور عنوان کتابت میں ضبطِ کلمات کا بھی عام پاکستانی (برصغیری) طریقہ استعمال کیا گیا ہے' البتہ اگر اس میں رسم عثمانی کی مخالفت والی کوئی غلطی ہے تو اسے درست کر کے لکھا گیا ہے اور ''بحث الرسم'' میں اس قسم کے اختلافات کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ اس سے پاکستانی مصاحف میں رسم عثمانی سے متعلق اغلاط اور ان کی نوعیت کا بھی پتہ چل سکتا ہے ــ ضبط کا تقابلی مطالعہ آخر پر کیا گیا ہے۔

''قطعہ آیات'' کی کتابت کے بعد ''عنواناتِ اربعہ'' کے تحت بحث کرتے وقت قرآنی کلمات عام عربی املاء (رسم معتاد) کے مطابق لکھے گئے ہیں۔ جس طرح دار المعرفہ، بیروت کے (۱۹۸۳ء) والے نسخہ تفسیر جلالین میں کیا گیا ہے جو مصحف برسم عثمانی کے حاشیے پر چھپی ہے۔ مگر حاشیے میں وارد آیات کے اجزاء کو رسم املائی کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

○ ــ اصحافِ ذوق اور اہل علم کے لئے کتاب میں ''شمارِ آیاتِ قرآن'' کے بارے میں معلومات کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ ــ اختلافِ قراءات کی طرح قرآن کریم کی آیات کی گنتی کیلئے بھی سات مختلف روایات یا طریقے ہیں۔ جو ائمہ قراءات کی طرح اس فن (عدّ آیات) کے ائمہ کی طرف منسوب ہیں۔ اسے علم الفواصل کہتے ہیں اور اس فن کی مستقل تالیفات بھی ہیں اور قراءات کی بڑی کتابوں میں بھی اس مقصد کیلئے مستقل ابواب اور فصول یا ابحاث موجود ہیں ــ شمار آیات کے ان طریقوں کو (۱) المدنی الاول (۲) المدنی الاخیر یا الثانی (۳) المکی (۴) البصری (۵) الدمشقی (۶) الحمصی اور (۷) الکوفی (طریقہ) کہا جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کے نزدیک قرآنی آیات کی کل تعداد علی الترتیب یوں ہے (۱) ۶۲۱۷ (۲) ۶۲۱۴ (۳) ۶۲۱۰ (۴) ۶۲۰۴ (۵) ۶۲۲۷ (۶) ۶۲۳۲ اور (۷) ۶۲۳۶۔ خیال رہے کہ اس اختلافِ شمار کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بعض نے کچھ آیات چھوڑ دی ہیں اور بعض نے لے لی ہیں ــ بلکہ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ آیت ختم کہاں ہوتی ہے؟ ــ چونکہ آیات کا تعین اجتہادی نہیں بلکہ توقیفی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت پر مبنی ہے اس لئے اس میں فہمِ راوی کی وجہ سے اس اختلاف کا ہونا ناگزیر تھا۔

دنیا کے مختلف اسلامی ملکوں کے مصاحف میں شمار آیات کے مختلف طریقے رائج

ہیں ـــــ مصر اور تمام ایشیائی ممالک میں شمار آیات کا کوفی طریقہ رائج ہے ـــــ اور صرف برصغیر میں مزید یہ رواج بھی ہے کہ غیر کوفی آیت پر "ۃ" کا نشان ڈالتے ہیں۔ تاہم اسے گنتی میں شمار نہیں کیا جاتا۔ بعض پاکستانی مصاحف میں کہیں غلطی سے آیت (کوفی) سمجھ کر نمبر بھی ڈال دیا گیا ہے۔ یا غلطی ہی سے بعض جگہ "ۃ" کا غیر کوفی آیت والا نشان ڈال دیا ہے ـــــ حالانکہ وہاں کسی طریقے سے بھی آیت ختم نہیں ہوتی۔ اس قسم کی اغلاط کی اسی آخری حصۂ بحث میں نشاندہی کر دی گئی ہے۔

ہم نے کتاب میں برصغیر والے اس ـــــ غیر کوفی آیت کی نشاندہی کرنے کے ـــــ طریقے کا اتباع کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ کس جگہ شمارِ آیت متفق علیہ ہے اور کہاں اختلاف ہے؟ اور مذکورہ بالا سات "اصحاب شمار" میں سے کس کس نے کہاں کہاں اختلاف کیا ہے؟ اس بارے میں ہماری معلومات کا مصدر البنّاء کی "اتحاف فضلاء البشر" اور عبدالفتاح قاضی" کی "نفائس البیان" ہیں بہرحال کتاب میں آیات کی گنتی کوفی طریقۂ شمار کے مطابق ہی کی گئی ہے اور آیت کا نمبر شمار (سورت وار) ہر آیت کے اختتام پر درج کیا گیا ہے۔ اس موضوع (عدّ آیات) کیلئے کوئی الگ عنوان مقرر نہیں کیا گیا' بلکہ مذکورہ چاروں عنواناتِ بحث کے خاتمے پر زیر مطالعہ "قطعہ آیات" کے بارے میں یہ گنتی والی بات بھی بیان کر دی گئی ہے۔

اس مقدمہ میں ہم نے اپنی اس کتاب ["لغات واعراب قرآن (مع بیان رسم وضبط)"] کے تعارف سے زیادہ عربی زبان کی تدریس کے مختلف رائج طریقوں پر بات کی ہے۔ دراصل قرآن فہمی کیلئے ـــــ ترجمہ کی لغوی' نحوی بنیادوں کو سمجھ سکنے کی حد تک ـــــ عربی کے ایک نئے نصاب اور نئے طریقہ تدریس کی شدید ضرورت ہے۔ جس میں جدید تعلیم یافتہ شائقینِ فہم قرآن کی رعایت ہو اور اس میں درجہ تخصص پر زور نہ دیا جائے جو صرف پیشہ ورانہ مہارت کا میدان ہے۔ ہماری آرزو ہے کہ تعلیم عربی اور فہم قرآن کو لازم ملزوم سمجھتے ہوئے دونوں کی اشاعت کیلئے ایک مہم چلائی جائے جس کا نعرہ (SLOGAN) یا شعار (MOTTO) ہو: "عربی سیکھئے ـــــ قرآن کیلئے' قرآن کے ذریعے"

اور اس مقصد کیلئے اس مقدمہ میں بیان کردہ نصاب اور اس کی تدریس کا نیا طریقہ اس "شعار" کے حصہ اول کے تقاضے پورے کرے گا اور حصہ دوم (قرآن کے ذریعے عربی

سیکھنے) کا کام انشاء اللہ بڑی حد تک ہماری یہ تالیف سرانجام دے سکے گی۔

ان گزارشات کے ساتھ کتاب قارئین کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ ہم اپنے قارئین سے درخواست گزار ہیں خصوصاً اہل علم و فضل سے ___ کہ وہ ہماری کوتاہیوں کی نشاندہی فرمائیں اور اپنے ناصحانہ مشوروں سے ہماری رہنمائی فرمائیں۔ کوئی انسانی کام خطا و سہو سے مبرا نہیں ہو سکتا ___ اور انسانی خطا کی یا تو پردہ پوشی کرنی چاہئے یا اصلاح ___ اس کے علاوہ کوئی تیسرا طریقہ کم از کم کسی اچھے مسلمان کیلئے زیبا نہیں۔

اور آخر پر اللہ عزوجل کے حضور اپنی ان تمام کوتاہیوں اور خطاؤں کی معافی اور مغفرت کا طلبگار ہوں جو اس کی کتاب عظیم (قرآن کریم) کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں مجھ سے سرزد ہوئی ہیں ___ اور امید اور دعا کرتا ہوں ___ (اور اپنے قارئین سے بھی اس دعا کی درخواست کرتا ہوں) کہ اللہ جل شانہ اپنے حبیب خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اس حقیر ترین فرد کی یہ حقیر سی خدمتِ قرآن قبول فرمائے اور اس کتاب کو قارئین کیلئے نفع بخش اور مؤلف کیلئے باقیۂ صالحہ اور صدقۂ جاریہ بنادے۔ آمین!

خادم القرآن والابرار

___ حافظ احمد یار لاہور

SUBSCRIPTION RATES OVERSEAS

U S A US $ 12/=
c/o Dr Khursid A. Malik
SSO 810 73rd street
Downers Grove IL 60516
Tel 312 969 6755

c/o Mr. Rashid A. Lodhi
SSQ 14461 Maisano Drive
Sterling Hgts MI 48077
Tel : 313 977 8081

CANADA US $ 12/-
c/o Mr. Anwar H. Qureshi
SSO 323 Rusholme Rd # 1809
Toronto Ont M6H 2 Z 2
Tel . 416 531 2902

UK & EUROPE US $ 9/=
c/o Mr. Zahur ul Hasan
18 Garfield Rd Enfield
Middlessex EN 34 RP
Tel : 01 805 8732

MID EAST DR 25/
c/o Mr. M. Ashraf Faruq
JKQ P.O. Box 27628
Abdu Dhabi
Tel : 479 192

INDIA US $ 6/=
c/o Mr. Hyder M. D. Ghauri
AKQI 4-1-444, 2nd Floor
Bank St Hyderabad 500 001
Tel : 42127

K S A SR 25/=
c/o Mr. M. Rashid Umar
P O. Box 251
Riyadh 11411
Tel : 476 8177

JEDDAH (only) SR 25/=
c/o Mr. M.A. Habib
CC 720 Saudia P.O. Box 167
Jeddah 21231
Tel : 651 3140

D.D./Ch. To, Maktaba Markazi Anjuman Khudam ul Quran Lahore.
U B L Model Town Ferozpur Rd Lahore.

مولانا اخلاق حسین قاسمی

کیا حضورؐ شاعر تھے؟

دہلی کے ایک ماہنامے نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے نکلا ہوا ایک رزمیہ فقرہ جو اتفاق سے شعری وزن پر تھا نقل کر کے اسے حضورؐ کا شعر قرار دیا ہے اور پھر اردو شاعروں نے اس پر داد دہی شروع کر دی ہے اور اس ماہنامہ کا شکریہ ادا کرنا شروع کر دیا ہے کہ اس ماہنامہ نے پندرہ سو برس کے بعد یہ انکشاف کیا کہ حضورؐ کا ایک شعر بھی موجود ہے۔

قرآن کریم نے صاف صاف کہا:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ (یٰسٓ ۶۹)

ہم نے اس نبی کو شعر کی تعلیم نہیں دی اور نہ شعر گوئی اس نبی کی شایان شان ہے یہ تو نصیحت ہے اور روشن قرآن ہے۔

حضورؐ کے مخالفین نے آپ پر یہ الزام لگایا کہ آپ جو کلام (قرآن کریم) پیش کرتے ہیں وہ کلام وحی نہیں بلکہ عربی زبان کی تک بندی ہے اور شاعرانہ خیال آرائیاں ہیں۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ (الطور ۳۰)

یہ مخالفین کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے، ہم اس پر گردش ایام کے منتظر ہیں۔ اے نبی! آپ جواب دیدیں کہ میں بھی تمہارے حق میں اسی کا منتظر ہوں۔

قرآن کریم نے حضورؐ کے شاعر ہونے کی تردید کی اور شعر گوئی کو آپ کے لیئے نامناسب قرار دیا پھر کسی کلام کو آپؐ کی طرف بطور شعر منسوب کرنا قرآن کریم کی تردید نہیں تو کیا ہے؟

غزوہ حنین میں آپؐ کے ساتھیوں کے قدم اکھڑ گئے اور آپؐ تن تنہا اپنے سفید خچر پر بیٹھے ہوئے دشمنوں کی طرف بڑھنے لگے۔ آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ آپؐ کے خچر

کی باگیں پکڑے ہوئے اسے آگے بڑھنے سے روک رہے تھے اور آپ کا ہاشمی خون جوش مار رہا تھا اور زبان مبارک پر یہ فقرے جاری تھے :

انا النّبیّ لا کَذِب انا ابن عبد المطّلب

میں نبی ہوں ، اس میں جھوٹ نہیں ، میں عبد المطلب کا بیٹا (پوتا) ہوں ،

رسول اکرم ؐ عرب کے ایک فصیح اللسان شخص تھے ، شعر و ادب آپ کے خاندان کے گھر کی دولت تھی ، جوش و خروش کے عالم میں آپ کی زبان مبارک پر یہ فقرے جاری ہو گئے جو اتفاق سے موزوں اور مقفّیٰ تھے ۔ حالانکہ آپ نے سوچ سمجھ کر یہ دونوں فقرے شعر کے طور پر ارشاد نہیں فرمائے ۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ عرب شعری کلام سے واقف تھے ، شعر کا فن اور اسکے اوزان وغیرہ عرب میں مشہور تھے ، گھر گھر میں شعر گوئی کا چرچا تھا ،

پھر قرآن کریم کو قریش کے سرداروں نے شعری کلام کہہ کر کیوں مطعون کیا ؟

قرآن کریم کی عبارت سے ظاہر ہے کہ قرآن معروف انداز کا شعری کلام نہیں ہے بلکہ قرآن کا نثری ادب ایک خاص اسلوب رکھتا ہے جو معروف شعر و ادب کے اسلوب سے زیادہ مؤثر ہے ۔

مخالفین قرآن کو اس مفہوم میں شعری کلام کہتے تھے کہ جس طرح شعری ادب میں خیال آرائیاں اور بے بنیاد افسانہ سرائیاں ہوتی ہیں مخالفین کے خیال میں قرآن کریم کے حقائق کی حقیقت بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں ۔

قرآن کہتا ہے کہ مخالفین کا حضورؐ کو شاعر کہنا بدیہی طور پر غلط ہے کیونکہ شعراء وہ لوگ ہیں جن کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ ہوتے ہیں ، کیا اے مخاطب ! تو نہیں دیکھتا اور نہیں غور کرتا کہ شعراء ہر وادی میں بھٹکتے ہیں اور ایسی مبالغہ آمیز باتیں کرتے ہیں جن پر عمل نہیں کرتے ۔ (سورۃ الشعراء ۲۲۶)

مطلب یہ کہ شاعری ہر وادی میں اور زندگی کے ہر میدان میں تخیل کی بلند پروازی اور مبالغہ آرائی کا نام ہے ۔ نبوت و رسالت انسانی سعادت و ہدایت کے میدان میں

حقیقت بیانی کا نام ہے۔ ۔ نبوت کا صرف ایک یہ میدان ہے۔

علم نبوت میں خیالی اڑانیں اور لاف زنی نہیں ہوتی اور شعر گوئی کا کمال یہ ہے کہ شاعر کا توسنِ فکر بے لگام گھوڑے کی طرح ہر وادی میں بھٹکتا ہے اور جذبات وخواہشات کی ہر نئی لہر اور نئی رو اسکی زبان سے ایک نیا مضمون ادا کراتی ہے۔ ۔ شاعر صرف الفاظ اور محاورات کی شوکت وصولت پر نظر رکھتا ہے، حقیقت وصداقت اس کا مطمح نظر نہیں ہوتی،

نبی اور رسول کے کلام میں حق وصداقت کی باتیں نہایت بچے تلے اور دو ٹوک انداز میں دنیا کے سامنے آتی ہیں۔ شاعر کے پیچھے جس قسم کے مزاج، عادات، اور افتادِ طبع کے لوگ ہوتے ہیں نبی ورسول کے رفقاء ان سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔

نبی ورسول کی دوسری اہم اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ جو بات منہ سے نکالتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں، شعراء کے ہاں کہنے کی باتیں اور ہیں اور کرنے کی باتیں اور ہیں۔

قرآن کریم نے اسی مقام (سورۃ الشعراء) میں ان شعراء کی تحسین وتعریف کی جن میں چار خصوصیتیں پائی جاتی ہیں:

(۱) علم نبوت، پر یقین رکھنے والے (۲) نیک عملی سے متّصف (۳) اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے (۴) ذاتی اور قومی دشمنی کی خاطر جذبات بھڑکانے سے دور رہنے والے یعنی صرف حق وصداقت کے اظہار کے لیے زبان کھولنے والے۔

ان فکری اور عملی خصوصیات کے بعد شاعر کے کلام میں مبالغہ آرائی اور لاف زنی کا رنگ پیدا نہیں ہوتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر جس طرح جنگِ حنین کے موقع پر مذکورہ موزوں فقرے جاری ہوئے اسی طرح دو موقعوں پر اور بھی اتفاقیہ طور پر ایسا ہوا۔

حضرت جندبؓ ابن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضورؐ دونوں ایک غار کے اندر تھے کہ حضورؐ کی انگلی زخمی ہوگئی تو آپ کی زبان مبارک پر یہ فقرے جاری ہوگئے۔

هل انتِ الّا اِصْبَعٌ دمیتِ   وفی سبیل اللّٰه ما لقیتِ

اے انگلی! تو ایک انگلی ہی تو ہے ۔ اور تو خدا کی راہ میں زخمی ہوئی ہے۔

اسی طرح قرآن کریم میں کہا گیا ہے :

اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ ○ (النجم : ۳۲)	لوگو! اگر تم کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچو گے سوائے معمولی گناہوں کے تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت وسیع ہے . وہ تم سے بخشش و کرم کا معاملہ کرے گا .

اس خوشخبری پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ موزوں فقرے نکلے اِنْ تَغْفِرِ اللّٰھُمّ تَغْفِرْ جَمًّا وَاَیُّ عَبْدٍ لَکَ مَا اَلَمَّا

خدایا! جب تو ہمارے گناہ معاف کرے تو سب ہی گناہ معاف کر دیجیو اور کونسا بندہ ایسا ہے جس نے چھوٹے موٹے گناہ نہ کئے ہوں ، ۔

یہ فقرے آپ کی فصیح و بلیغ زبان مبارک پہ جاری ہوئے جو اتفاق سے شعری وزن رکھتے ہیں ۔

آپ نے قصداً یہ فقرے بطور اشعار موزوں نہیں فرمائے ۔

رسول اکرم ایک تو عرب کے فصیح و بلیغ خاندان (قریش) کے چشم و چراغ تھے ، پھر آپ کی پرورش قبیلہ بنی سعد میں ہوئی تھی جو فصاحت میں مشہور اور مسلّم قبیلہ تھا ، اسی کے ساتھ قرآن کریم جیسا بے مثال فصیح کلام — جو خداوند عالم کا کلام ہے آپ کی زبان پر جاری ہوا اور (۲۳) سال تک برابر جاری رہا ،

اسی کا اثر تھا کہ حضورؐ کے اپنے کلام — احادیث نبوی — میں بھی فصاحت و بلاغت کے سمندر موجیں مارتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔

رسول پاک کے عوامی خطبات ، ادب و اخلاق کی نصیحتوں اور قرآن کریم کی قانونی وضاحتوں میں جو ادبی حسن اور بلاغتی ایجاز و اختصار ہے وہ شاعروں کے موزوں اور مقفّٰی کلام سے زیادہ اثر و رسوخ کی قوت اپنے اندر رکھتا ہے ۔

امام قتادہؒ تابعی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا حضورؐ شعر کہتے تھے ۔ ؟ ۔ آپؓ نے جواب دیا :

"حضورؐ کو اشعار سے زیادہ کسی کلام سے نفرت نہیں تھی، ہاں، آپؐ بنی قیس کے شعراء کا کلام پڑھتے تھے اور اس میں بھی یہ ہوتا تھا کہ آپ اوّل کو آخر اور آخر کو اوّل کر دیا کرتے تھے۔"

ابو بکر صدیقؓ اس کی تصحیح کرتے تھے کہ حضور! اس طرح نہیں بلکہ اس طرح ہے۔ جواب میں آپؐ فرماتے:۔

انی واللہ ما انا بشاعر وما ینبغی لی — بخدا! میں نہ شاعر ہوں اور نہ میرے لیے شعر گوئی مناسب ہے

حضرت عائشہؓ نے جن اشعار کی طرف اشارہ کیا وہ طرفہ ابن عبد کا حسب ذیل شعر ہے جو مشہور معلّقہ میں آتا ہے۔

ستبدی لك الایام ما کنت جاهلا

ویاتیك بالاخبار مالم تزوّد

تیرے سامنے وہ واقعات آنے والے ہیں جن سے تو بے خبر ہے اور تیرے پاس وہ لوگ ایسی خبریں لائیں گے جنھیں تو نے کوئی زادراہ (معاوضہ) نہیں دیا ہے، آپ سے دوسرا مصرعہ بگڑ جاتا تھا اور آپ اسے اس طرح پڑھتے تھے

ویاتیك من لم تزوّد بالاخبار

ابو بکر صدیقؓ اس کی تصحیح کرتے تھے، کیونکہ آپؐ کے مصرعہ سے شعر کا وزن بگڑ جاتا تھا۔ امام شعبیؒ کہتے ہیں کہ جناب عبد المطلب کے ہر لڑکے اور ہر لڑکی کے اندر شعر کہنے کی صلاحیت موجود تھی اور سب شعر کہتے تھے، سوائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ حضورؐ نے کسی عربی شاعر کا یہ مصرعہ پڑھا۔

کفی با الاسلام والشیب للمرء ناهیاً

بڑھاپا اور اسلام انسان کو برائیوں سے روکنے کے لیے کافی ہیں،

حضرت ابو بکر کو جاہلیت کے شعری کلام سے دلچسپی تھی، آپؓ نے تصحیح کرتے ہوئے کہا حضور! اس طرح نہیں، یہ بیت اس طرح ہے۔

كفى الشَيبُ والاسلامُ لِلمَرءِ ناهياً

غزوۂ بدر کے مقتولوں کا معائنہ کرتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عربی شعر کا پہلا جملہ دوہرا رہے تھے اور پڑھ رہے تھے۔ نَفلِقُ هَاماً۔ ہم نے ان کے سر قلم کر دیئے۔

ابوبکر صدیقؓ نے سن کر فرمایا، حضورؐ! پورا شعر اس طرح ہے۔

نَفلِقَ هَاماً من رجال اَعِزّة علينا وهم كانوا اَعقّ واظلما

ہم نے ان باعزت لوگوں کے سر قلم کر دیئے جو نافرمان اور ظالم تھے۔

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس ابن مرداس سلمی شاعر سے فرمایا۔ کیا تم ہی نے یہ شعر کہا ہے۔

اتجعل نهبي ونهب العبيد بين الاقرع وعُيينة

عباس نے تصحیح کی اور کہا، حضورؐ! دوسرا مصرعہ اس طرح ہے۔

بين عيينة والاقرع

آپؐ نے فرمایا، چلو، مطلب تو وہی ہے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر صحابہ کرام خندق کی کھدائی کے وقت حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ کے یہ شعر گنگناتے جا رہے تھے۔ یہ شعر ابن رواحہؓ نے حضورؐ کی شانِ اقدس میں کہے ہیں۔

لا هُمّ لولا انت ما هتدينا ولا تصدّقنا ولا صلّينا

فانزِل سكينةً علينا وثبّت الاقدامَ اِن لاقينا

ہمیں کوئی غم نہیں، اگر آپؐ نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے، پس اے خدا! ہم پر صبر و سکون نازل فرما۔ اور جب ہمارا دشمنوں سے سامنا ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقائے کرام کے ساتھ ساتھ یہ اشعار پڑھ رہے تھے، اور ترنم پیدا کرنے کے لیے۔ ابينا۔ کے نون کو کھینچ کر پڑھتے تھے،

حضورؐ کا یہ فعل بھی صحابہ کرام کی حوصلہ افزائی اور اظہار شفقت کے طور پر تھا،

شعری ذوق کے اظہار کے طور پر نہ تھا۔

اچھے شعری کلام کی تعریف وتحسین میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی مشہور ہے۔ آپ نے فرمایا:

انّ من البیان سحرًا وانّ من الشعر حکمًا (ابوداؤد عن ابن عباس)

حضورؐ نے فرمایا بعض کلام ایسے ہوتے ہیں جو جادو کی طرح اثر دکھاتے ہیں اور بعض اشعار حکمتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔

عرب جاہلیت کے مشہور شاعر امیہ ابن صلت کے اشعار میں اخلاقی پند وموعظت تھی حضورؐ اس کے متعلق فرماتے تھے:

آمن شعرہ وکفر قلبہ

اسکے اشعار ایمان والے تھے مگر اس کے دل میں کفر تھا۔

صحابہ کرام حضورؐ کے سامنے امیہ کے سو سو شعر پڑھتے تھے اور آپؐ ہر شعر کی داد دیتے تھے اور فرماتے تھے ـــ ھیہ ـــ بہت خوب۔ اور پڑھو۔

دربار رسالت کے مشہور شاعر حضرت حسّانؓ ابن ثابت۔ کعبؓ ابن مالک اور عبد اللہؓ ابن رواحہ مشرکین عرب کی ہجو کے جواب میں رسول پاکؐ کی تعریف اور تحسین میں شعر کہتے تھے اور حضورؐ سنتے تھے اور ان کے حق میں دعا فرماتے تھے۔

(ابن کثیر جلد ۳ ص ۵۹۰)

مسلمانوں کے ایک فرقہ (بریلوی) کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے علم کُلّی عطا کیا گیا تھا، علم شعر کی نفی اس فرقہ کے لیے اُلجھن کا باعث بن گئی ہے۔

مولانا نعیم الدّین صاحب مرادآبادی نے مولانا احمد رضا خان صاحب کے ترجمۂ قرآن (کنزالایمان) کے حاشیہ میں سورۂ یٰسین کی آیت پر پہلے تو یہ لکھا۔

"معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو شعر گوئی کا ملکہ نہ دیا"

پھر جب انہیں اپنے عقیدہ کا خیال آیا تو لکھا۔

اس میں شعر بمعنی کلام موزوں کے جاننے اور اس کے صحیح وسقیم، جیّد اور ردّی کو پہچانے

کی نفی نہیں ۔ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنے والوں کے لیے یہ آیت کسی طرح سند نہیں (کنز صفحہ ٥٢٨)

اہل علم سمجھ سکتے ہیں کہ دونوں عبارتوں میں کھلا تضاد ہے ، اور واقعات مذکورہ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر نہ شعر گوئی کا ملکہ تھا اور نہ شعر کے موزوں اور غیر موزوں ہونے کا آپ کو ذوق حاصل تھا ۔

رسول پاکؐ کا علم عظیم اعلیٰ مقاصد تک محدود تھا ، شعر گوئی کا علم ہو یا جادوگری کا علم اس دائرہ سے خارج ہیں ۔

شیخ ابن عربی نے لکھا ہے کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شعر شاعری کے علم کی نفی کا مطلب یہ ہے کہ شعر شاعری میں رمز و اشارہ ، کنایہ اور مجازی تعبیرات کی بھرمار ہوتی ہے اور کلام نبوت میں نہایت واضح الفاظ اور واضح بیان میں انسانی سعادت و فلاح کے احکام بیان کیے جاتے ہیں ۔

قرآن کریم غیبی امور (عذاب و ثواب کی کیفیات ، عالم غیب کے حالات) کو سمجھانے کے لیے مجازی تشبیہات سے کام لیتا ہے کیونکہ غیبی امور کے لیے ہماری زبان میں الفاظ و محاورات موجود نہیں ہیں ۔

ہم مادی اور جسمانی عالم کے رہنے والے ہیں اور ہماری زبان اسی عالم کی چیزوں کو بیان کرتی ہے ۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ — تحریر کردہ : رشید رستم قلم ٦٩٨

مؤلف: ڈاکٹر محمد رفیع الدین
مترجم: ڈاکٹر ابصار احمد

(۱۱)

منشورِ اسلام

ریاست: طبعی انسانی فعلیت کا اہم گوشہ

انسانی تگ و دو اور فعلیت کے ایک اہم گوشے کا ظہور اس لیے ہوتا ہے کہ انسانی فرد اپنی جبلّت اور نصب العین یا آدرش کے حصول کے لیے اپنے آپ کو ایک منضبط معاشرے کی شکل میں رہنے پر مجبور پاتا ہے۔ بحیثیت حیوان وہ جبلّی طور پر دوسرے انسانوں کے ساتھ اجتماعی طور پر بود و باش رکھنے کا زبردست داعیہ رکھتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک عاقل انسان ہونے کی وجہ سے وہ بالخصوص ایسے افراد کی معیّت چاہتا ہے جو اُسی کا ہی نصب العین عزیز رکھتے ہوں اور اس کے حصول میں کوشاں ہوں۔ وہ اپنے اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے جبلّی رجحان کی اس طور زیادہ بہتر آسودگی حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ ایک ہی نصب العین کی محبّت ان افراد کے درمیان جذبۂ اخوت پیدا کر کے ان کو ایک اجتماع اور ایک ریاست بنانے پر اکساتا ہے۔

ایک ریاست کے افراد اپنے نصب العین سے جتنا زیادہ پیار کرتے ہیں، وہ اتنا ہی ایک دُوسرے سے محبّت کرتے ہیں اور ان کے مابین مساوات، اخوّت اور باہمی الفت کے جذبات بھی اتنے ہی شدید ہوتے ہیں۔ ان کی باہمی محبت جتنی زیادہ ہوتی ہے، ریاست کا داخلی استحکام، نظم اور قوت اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔ مسلمان معاشرے کے تمام افراد ایک جیسی عزت کے لائق اور صاحبِ شرف شمار ہوتے ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ وہ سب نیک اور خدا ترس ہوں۔ اسلام نہ اشراف کو حکومت کی اجازت دیتا ہے، اور نہ ہی اس میں کسی خاص طبقے کو خصوصی مراعات حاصل ہوتی ہیں۔ اسی طرح اسلام میں نہ مذہبی پیشوائیت کا کوئی تصور ہے اور نہ ہی یہ ذات پات کا

قائل ہے۔ کوئی شخص رنگ، زبان، نسل، ذات، علاقے یا سماجی رُتبے کی بنا پر دوسرے پر فوقیت نہیں رکھتا۔ صرف وہی ریاست جس کی بنیاد صحیح نصب العین کے تصور پر رکھی گئی ہو، ایک فرد کی طرح مربُوط اور منظّم انداز میں برسرِکار رہ سکتی ہے۔ ایسی ریاست ایک ہی وقت میں ڈکٹیٹر شپ اور جمہوریّت کے تمام محاسن اپنے اندر رکھتی ہے۔ بلاشبہ کسی بھی نصب العینی معاشرے یا گروپ کے افراد ایک دُوسرے سے محبت کرتے ہیں، لیکن صرف ایسے گروپ کے افراد جو صحیح نصب العین سے محبت رکھتا ہے، باہمی محبت کے ممکن الحصول اعلیٰ ترین معیار تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ صحیح نصب العین کی نوعیت ہی ایسی ہوتی ہے کہ کوئی بھی فرد تحفّظات اور لاشعوری ناہمواریوں کے بغیر اس سے بھرپُور طریقے سے محبت کر سکتا ہے، اور یہ کہ یہ محبت اس کے حیوانی و سفلی جذبات کو اس حد تک کنٹرول کر لیتی ہے کہ وہ قطعاً غیر مؤثر ہو جاتے ہیں اور اس کی ذہنی و رُوحانی بالیدگی میں بالکل مزاحم نہیں ہوتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کے افراد کا باہمی اتحاد اتنا کامل ہو جاتا ہے کہ کسی ایک فرد کی تکلیف تمام دوسروں کو محسوس ہوتی ہے۔ گویا پُورا معاشرہ یا اجتماع ایک فردِ واحد کی طرح ہو جاتا ہے اور مختلف افراد کی حیثیت اس فردِ واحد کے اعضاء و جوارح کی سی ہو جاتی ہے۔ پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلم مومنینِ صادقین کی اجتماعیّت کی کیفیت ان الفاظ مبارکہ میں بیان کرتے ہیں:

تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ کَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَکٰی عُضْوٌ تَدَاعٰی لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهْرِ وَالْحُمّٰی۔

"تم مومنوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی، محبّت اور ہمدردی میں باہم ایک جسم کے مانند پاؤ گے۔ جب (اس کے) ایک عضو میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو باقی سارا جسم اس کی خاطر بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَرَجُلٍ وَاحِدٍ اِذَا اشْتَکٰی عَیْنُهٗ اشْتَکٰی کُلُّهٗ وَاِنِ اشْتَکٰی رَاْسُهٗ اشْتَکٰی کُلُّهٗ۔

"اہلِ ایمان ایک فردِ واحد کی مانند ہیں کہ جب اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو وہ سب کا

سب تکلیف میں ہوتا ہے۔ اور (اسی طرح) اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو وہ پورے کا پورا تکلیف میں ہوتا ہے؛

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات اس اجتماعیت اور ریاست کی حقیقت کھول کر بیان کرتے ہیں جس کی بنیاد صحیح نصب العین سے وفاداری اور محبت پر رکھی گئی ہو۔ اور اگر قدرے غور و تامّل سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس ریاست میں مکمل جمہوریت اور مکمل آمریت کے تمام محاسن بیک وقت جمع ہو جاتے ہیں۔ ایک صحیح نصب العینی ریاست سے افراد کے ربط و تعلق کو علم الحیات کے ماہرین کی رائے میں صحیح طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ ماہرین ہمیں بتاتے ہیں کہ ایک نامیاتی وجود در اصل اَن گنت انفرادی خلیوں کے انتہائی مربُوط وظائف پر انحصار رکھتا ہے۔ یہ لاتعداد خلیے نہ صرف باہم دگر مربوط ہوتے ہیں بلکہ من حیث المجموع پورے نامیاتی وجود کی بقا، ترقی اور نشو و نما کا باعث بنتے ہیں۔ ہر نامیاتی وجود انہی خلیوں اور ان کی فعلیت کا مرہونِ منّت ہے۔ ہر انفرادی خلیہ اپنی جگہ ایک مکمّل اور آزاد نامیاتی وجود ہے جو خوراک لے کر نہ صرف زندہ رہتا ہے بلکہ اپنا مخصوص فعل بھی انجام دیتا ہے اور نمو پذیری کی صلاحیّت بھی رکھتا ہے بصورت دیگر خوراک نہ ملنے کی صورت میں مضمحل ہو کر رفتہ رفتہ مکمل طور پر مردہ ہو جاتا ہے۔ ہر خلیہ کلی نامیاتی وجود کی بقا کے لیے اپنا مخصوص وظیفہ انجام دیتا ہے اور بذاتِ خود دماغ یا مرکزی اعصابی نظام میں مرتکز حیاتی قوت سے انضباط پاتا ہے۔ چنانچہ ایک زندہ اور صحت مند فرد لاتعداد خلیوں کے وظائف اور مکمل باہمی ہم آہنگی کے باعث چلتا پھرتا اور عمل کرتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ تمام خلیے ایک وحدت کے طور پر کام کر کے ہی کسی فرد کے وجود کو ممکن بناتے ہیں۔ ایک نصب العینی معاشرے میں افراد کی حیثیت اور تعلق نامیاتی وجود میں خلیوں کی حیثیت اور تعلق جیسی ہے۔ ایسے معاشرے میں افراد باہم دگر مضبوط اور گہری محبت کے رشتوں میں جکڑے ہوتے ہیں اور ان کی یہ باہمی محبت ایک آدرش اور نصب العین سے محبت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس قسم کے فرد کی مثال شہد کی مکھیوں کے چھتے کی طرح ہے جہاں تمام مکھیاں اپنی ملکہ کی حفاظت اور عزت و تکریم کے ساتھ ساتھ دیگر بے شمار کام انجام دیتی ہیں۔ آئیڈیل اسلامی ریاست جمہوریت اور آمریت کا مجموعہ ہوتی ہے جسے شہد کی مکھیوں کے چھتے سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جس طرح یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا مکھیوں کے چھتے میں نظام آمریت کا ہے یا

جمہوریت کا، اسی طرح اسلامی اور صحیح نصب العینی ریاست کا معاملہ ہے۔ چھتے میں کوئی ایک مکھی اپنے لیڈر کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرسکتی، بلکہ اسے اس کی مکمل اطاعت کرنا ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک آمریت کا نظام ہے۔ لیکن چونکہ ہر فرد کا عمل پوری اجتماعیت کے مفاد کے لیے اور دوسرے افراد سے مکمل مطابقت رکھتا ہے، یہ ایک طرح کا جمہوری نظام بھی ہے۔ اور یہ جمہوری نظام قائم اس لیے رہتا ہے کہ لیڈر کا جو خیال ہو، چھتے کی ہر مکھی کا بھی وہی خیال ہوتا ہے مکھیوں کے چھتے اور ایک اسلامی ریاست میں فرق یہ ہے کہ اوّل الذکر میں مکھیاں مکمل ڈسپلن اور ہم آہنگی کا اظہار غیر شعوری اور جبلی طور پر کرتی ہیں، جبکہ نصب العینی اسلامی ریاست میں افراد یہی ہم آہنگی شعوری اور آزادانہ طور پر حاصل کرتے ہیں اور یہ ممکن صرف اسی لیے ہوتا ہے کہ انہیں اپنے نصب العین اور اہداف سے عشق کی حد تک پیار ہوتا ہے اور وہ اس ضمن میں پورے ہوش وحواس کے ساتھ اور عقل کو استعمال کرتے ہوئے مسلسل عمل کرتے ہیں۔ ایک اسلامی ریاست کے مسلمان شہری اجتماعی ترقی اور استحکام کے لیے کامل تنظیم اور اتحاد کے ساتھ عمل کرتے ہیں اور ان کا باہمی اخوت کا جذبہ کبھی ٹوٹنے نہیں پاتا۔

صحیح وراست نصب العین سے محبّت کی نوعیت

صحیح اور راست نصب العین کا محبّ عموماً اعلیٰ عقلی و علمی صلاحیتوں سے نوازا جاتا ہے اور وہ اس بات کا علم بھی رکھتا ہے کہ وہ اپنے ربّ کی عبادت کے تقاضے بتمام وکمال کیونکر پورے کرسکتا ہے اور اپنی محبّت اور تعلقِ خاطر کو کس طرح واقعی و عملی شکل دے سکتا ہے۔ نصب العین سے مطلوب محبّت کو اندھے بہرے جذبے اور لاابالی پن سے کسی درجے میں بھی مناسبت نہیں ہے۔ بلکہ یہ نصب العین کے حوالے سے بلند ترین یا ادنیٰ معروف اخلاقی محاسن وصفات سے عبارت ہے۔ نصب العین خود جتنا بلند اور ارفع ہوگا، اس سے محبّت اور تعلقِ خاطر میں اسی تناسب سے اعلیٰ اخلاقی صفات کی جھلک پائی جائے گی۔ اگرچہ یہ بات اپنی جگہ ناقابلِ تردید ہے کہ ان اخلاقی صفات کے اظہار میں عقل وفکر کی صلاحیتیں اور علمی درجہ ممد ہوتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ نصب العین کی اہمیت اس اعتبار سے بہت ہوتی ہے کہ اس سے کی جانے والی محبّت اور اس میں مستعمل عقل وفہم کا دارومدار خود اُس نصب العین پر ہوتا ہے۔ کسی فرد کا زندگی کے بارے میں عمومی رویّہ

اس کے نصب العین کے حوالے ہی سے ترتیب پاتا ہے۔ جوں جوں اس کے نصب العین کا معیار بلند تر ہوتا ہے، اس نصب العین میں مضمر فہم و فراست کا معیار بھی بلند تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ صرف صحیح و راست نصب العین سے محبت میں مضمر عقل و فہم ہی حقیقی اور واقعی ہیں اور اس نصب العین سے محبت میں جس قدر اضافہ ہوتا ہے عقل و دانش اور فہم و فراست کے امکانات اسی قدر زیادہ روشن ہوتے ہیں۔ اگر کسی فرد کا ہدف پست رہے تو اس میں فہم و فراست کی نمو بھی اسی درجے میں پست رہتی ہے۔

اسلامی ریاست کا مقصدِ وحید

اسلامی ریاست کا صرف اور صرف ایک مقصد ہے اور وہ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر نصب العین سے محبت میں اضافہ اور خود شعوری میں افزونی ہے۔ تاہم جیسا کہ قبل ازیں کہا جا چکا ہے نصب العینی محبت اور خود شعوری کوئی علیحدہ اور داخلی ذہنی کیفیات یا اعمال کا نام نہیں۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ محبت کے استحکام اور داخلی نظم کا تعلق بہت سے عوامل سے ہے اور ان عوامل میں عملی اظہار کے ساتھ ساتھ خارجی، مادّی اور سماجی عناصر کا عمل دخل نمایاں ہوتا ہے۔

اسلامی ریاست کے مندرجہ بالا مقصدِ اعلیٰ سے اس ریاست کے دو اہم ترین وظائف خود بخود واضح ہو جاتے ہیں۔ اسلامی ریاست کو اپنے مقصدِ وحید (جو خود پوری تخلیق کا مقصد بھی ہے) کے حصول کے لیے درج ذیل دو اہم ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہوتا ہے:

اوّلاً: اسے وہ تمام ضروریات پوری کرنا ہوتی ہیں جو انسان کے حیاتیاتی وجود کے لیے از بس ضروری ہیں۔ اگر اس کا وجود برقرار رہے تو تبھی یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ حقائق کا زیادہ سے زیادہ شعور حاصل کر سکے۔ ان بنیادی ضروریات میں خوراک، گھر، لباس اور بیماری کے تدارک کے وسائل شامل ہیں۔ اگر خود نصب العین سے محبت اس بات کا تقاضا کرے کہ انسان اس کی خاطر اپنی جان قربان کر دے، تو بات دوسری ہے۔ اور ایک اعتبار سے ہر انسان کو ایسے وقت کی تمنا کرنی چاہیئے لیکن عام حالات میں ہر انسان کو روحانی و اخلاقی ترفع کے حصول کے لیے جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قولِ مبارک ہے:

كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَكُوْنَ كُفْرًا

"تنگ دستی تو بس کفر ہوا ہی چاہتی ہے!"

ثانیاً: اسلامی ریاست کا دوسرا فرض یہ ہے کہ وہ ایسے حالات اور ماحول پیدا کرے جس میں فرد اپنے نظریاتی وجود کو قائم رکھ سکے۔ چنانچہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسا نظامِ تعلیم رائج کرے جس میں فرد اپنے اعلیٰ ترین نصب العین کا نہ صرف شعور حاصل کر سکے بلکہ اسے وہ ذرائع بھی معلوم ہوں جن پر عمل کر کے وہ نصب العین اور حسنِ ازلی کو پا سکتا ہے۔ اس نظامِ تعلیم میں اس بات کا اہتمام بھی ہونا چاہیے کہ طالب علموں کو غلط اور گمراہ کن نظریات کے منفی اثرات سے بچایا جائے۔ فی الجملہ نظامِ تعلیم ایسا ہونا چاہیے جس سے فرد میں احساسِ ذات اجاگر ہو اور اعلیٰ ترین اقدار کے حصول کے لیے جذبے کو مہمیز ملے۔

پہلے فریضے کی تکمیل اسلامی ریاست ملک میں تجارت، صنعت و حرفت اور زراعت کو مضبوط اور صحت مند بنیادوں پر ترقی دے کر کرتی ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ بیت مال المسلمین قائم کرتی ہے تاکہ مستحق اور کم وسائل والے لوگوں کو قرضِ حسنہ یا مالی تعاون کسی دوسری شکل میں دیا جا سکے۔ صرف اسی صورت میں ان سے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے کاروبار کو مستحکم کر کے ملکی معیشت کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ اس بیت المال سے رقوم غرباء، مساکین اور بوڑھے لوگوں کی فلاح و بہبود پر بھی خرچ کی جائیں گی۔ اسی ضمن میں اسلامی ریاست زکوٰۃ کی وصولی کا اہتمام بھی کرے گی۔ زکوٰۃ کا قانون اور شرح ادائیگی ہر مسلمان پر واضح ہے۔ اسلامی ریاست کے فرائض میں سے ایک اہم فریضہ یہ ہے کہ وہ تمام صاحبِ نصاب لوگوں سے زکوٰۃ لے کر بیت المال میں جمع کرے۔ اور ان رقوم کو ریاستی فلاح و بہبود کے کاموں اور دوسری تمام جائز مدات میں خرچ کرے۔

اسلامی ریاست کا دوسرا فریضہ ایک لحاظ سے اہم تر اور اعلیٰ تر فریضہ ہے، اور وہ یہ تعلیم اور ابلاغ کے تمام ذرائع پر مکمل کنٹرول کے ذریعے پورا کرتی ہے۔ وہ ہر سطح پر یعنی یونیورسٹی، کالج، سکول اور مسجد میں ایسی تعلیم کا انتظام کرتی ہے جس سے لوگوں میں خداشناسی، خداترسی اور اس سے محبت کے جذبات پروان چڑھیں۔ وہ پریس، ریڈیو، ٹیلیویژن، فلم اور دوسرے تمام ذرائع ابلاغ پر کڑی نظر رکھتی ہے اور ان سے غیر اسلامی نظریات و افکار کی ترویج پر پابندی لگاتی ہے — ان

پابندیوں کے ساتھ مثبت طور پر وہ ان تمام ذرائع و وسائل کو اسلامی نظریۂ حیات کی اشاعت کے لیے استعمال کرتی ہے۔ اسلامی ریاست چونکہ بنیادی طور پر نظریاتی ریاست ہے اس لیے اوّل الذکر فریضہ سے بڑھ کر وہ اس دوسرے فریضے کے تقاضے پورے کرتی ہے۔ وہ امکانی حد تک ایسے سازگار حالات پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے جن میں لوگوں کی اپنے نصب العین سے وابستگی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا جذبہ پروان چڑھے اور ایسے تمام ذرائع ابلاغ اور تعلیمی نظریات پر مکمل پابندی لگاتی ہے جو الحاد اور باطل نظریات کی ترویج کا باعث بنتے ہیں۔

اسلامی ریاست کی حفاظت وصیانت

اسلامی ریاست کی نظریاتی حدود کی حفاظت کے لیے سطور بالا میں جس نظام تعلیم کو اہم قرار دیا گیا ہے اس کے دو پہلو ہیں: خارجی یا عمومی تعلیم اور داخلی یا خصوصی تعلیم۔ تعلیم کے خارجی پہلو کا تقاضا یہ ہے کہ عالمی سطح پر اقوام عالم میں اسلامی ریاست کا فریضہ اپنے نظریۂ حیات کا نہ صرف تحفظ اور مدافعت ہے، بلکہ عقلی، علمی اور اخلاقی طور پر اس کو برتر ثابت کیا جانا ہے۔ جدید ریاستوں کے وظائف میں اس وظیفے کو انتہائی اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے اور اسے مختلف نام دیئے جاتے ہیں مثلاً پبلسٹی، تعلّقاتِ عامّہ یا اطلاعاتی خدمات۔ اسلام میں ان تمام کا ایک ہی نام ہے اور وہ ہے "تبلیغ" یعنی ابلاغِ عامہ اور نشر و اشاعت۔ دوسری تمام ریاستوں کی طرح اسلامی ریاست بھی اس ضمن میں کتابوں، فلم، پریس، ریڈیو کو استعمال کرتی ہے اور ان تمام کو مواد فراہم کرنے کے لیے نظریاتی تحقیق و پلاننگ کے انتہائی منظم اور اعلیٰ علمی اداروں کی خدمات کا انتظام کرتی ہے۔ اگرچہ ایک اعتبار سے ان تمام ذرائع ابلاغ پر اس طرح کنٹرول کا نتیجہ اکثر و بیشتر مدافعانہ ہوتا ہے یعنی وہ اپنے ریاستی نصب العین اور نظریۂ حیات کا دفاع کرتے ہیں، لیکن اس داخلی استحکام کا بالواسطہ نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ اسلامی ریاست کا نظریہ اقوام عالم کی برادری میں وقیع سمجھا جانے لگتا ہے اور باہر کی دنیا میں اس سے وابستگی کا حلقہ بڑھتا چلا جاتا ہے یا کم از کم لوگوں کے دلوں میں اس کے لیے نرم گوشہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اسے قابلِ اعتناء سمجھنے لگتے ہیں۔ اور اس طرح رفتہ رفتہ اس پبلسٹی کی حیثیت باہر کے ممالک پر ایک نظریاتی اقدام یا حملے کی ہو جاتی ہے اور پُرامن انداز میں اسلامی ریاست کی

جغرافیائی حدود میں وسعت کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں اور کیا عجب کہ اسی "تبلیغ" اور نشر و اشاعت کے نتیجے میں پوری انسانیت اسلام کا انتہائی سائنٹفک اور علمی نظریہ حیات قبول کر کے ایک وحدت کی شکل اختیار کرے، اور پوری دنیا اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے۔

اسلامی ریاست کی توسیع

سائنسدان اب اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ آئندہ ایٹم یا ہائیڈروجن بموں کا استعمال پوری انسانیت کی تباہی پر منتج ہوگا۔ لیکن تباہی کے سلسلے میں سائنسدانوں کے پیش نظر صرف مہلک ہتھیار یا بم ہی ہوتے ہیں، اور ایک دوسری قوت پر ان کا دھیان بالکل نہیں جاتا۔ اس دوسری قوت کا تعلق نظریات کی قوت سے ہے جس کے مظاہر ہم اپنی آنکھوں سے آج کی دنیا میں دیکھ سکتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ نظریات ہتھیاروں سے بھی زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔ یہ ہتھیاروں سے زیادہ تیزی سے سفر کرتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں انہیں کسی قسم کی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ مہذب اقوام عالم کا نظریات کی قوت کے بارے میں احساس روز بروز بڑھ رہا ہے اور اب وہ جانتی ہیں کہ حربی آلات اور ہتھیاروں کو استعمال کیے بغیر دوسری قوموں کو فکری و نظریاتی قوت سے مغلوب کیا جا سکتا ہے۔ جس ریاست کا نظریہ حیات جتنا زیادہ وقیع اور علمی بنیادوں پر استوار ہے، اتنا ہی اس بات کا امکان ہے کہ وہ دوسری ریاستوں پر نظریاتی طور پر اپنا تسلط قائم کر لے۔ نظریہ حیات کے باطل یا بودا ہونے کی صورت میں صرف ہتھیاروں کی برتری کسی ریاست کا تسلط اور اقتدار قائم نہیں کر سکتی۔ کسی ریاست کا نصب العین اور نظریہ حیات انسانی اور فطرتِ انسانی کے بارے میں نظریات پر استوار ہوتا ہے۔ چنانچہ صرف وہی نظریہ جو انسان اور انسانی فطرت کے بارے میں صحیح اور سائنٹیفک علم پر مبنی ہے مستقبل کی دنیا میں کامیابی کے امکانات رکھتا ہے اور بلا خوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ ایسا نظریہ صرف اور صرف اسلام کے پاس ہے۔ اسلامی ریاست اپنے صحیح نظریے کی بنا پر توسیع کے بے حد امکانات رکھتی ہے۔ اسلامی ریاست کے لیے عموماً حربی آلات اور سامانِ جنگ کو استعمال کرنے کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ اگرچہ وہ ان کی تیاری میں غفلت سے کام نہ لے گی کیونکہ اسے معلوم ہے کہ بعض حالات میں جنگ کے سوا چارا بھی نہیں رہتا لیکن انسانی نفسیات کے میدان میں انسان کا علم جوں جوں بڑھتا

ہے۔ اہلِ اسلام کو توقع ہے کہ اسلام کی حقانیت اور زیادہ نکھر کر سامنے آئے گی اور انسان کا بالعموم اسلام کی صداقت پر ایمان بڑھتا چلا جائے گا۔ انسانی ارتقاء یا بالفاظِ دیگر تاریخ کا ارتقاء یہ بتاتا ہے کہ انسانیت کا سفر خود اپنی فطرتِ سلیمہ کو جاننے کا ایک طویل اور جاں گسل سفر ہے اور اس سفر کا اختتام ایک عالمگیر نظریۂ حیات کی دریافت پر ہوگا۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اس عالمگیر نظریۂ حیات کی بنیاد انسانی فطرت کا وہ صحیح علم بنے گا جو ہمیں صرف اسلام عطا کرتا ہے۔ چنانچہ بالآخر اسلام کی حقانیت مبرہن ہو گی اور اس کا عالمگیر غلبہ حقیقت بن کر سامنے آئے گا۔

(جاری ہے)

عرفی بغیر شعلۂ خونِ جگر نبود!
شمعے کہ ما بگوشۂ کاشانہ سوختیم

سہ لسانی، سہ ماہی **تفکّر** کا پہلا شمارہ

معلّم اور صحافی **شبیّر بخاری** کی اِدارت میں

اِن شاءَ اللہ تعالیٰ فروری ۱۹۸۹ء میں منظرِ عام پر آ جائے گا

اس مجلّے میں

تفکّر فی القرآن، تفکّر فی الحدیث، افکارِ صحابہؓ، اخلاق و تصوف، ادب و فلسفہ، تعلیم و تعلّم، سائنس و ٹکنالوجی، تاریخ و سیاست، سیاحت و ثقافت، معیشت و تجارت، صحت و ثبات، دفاع و عسکریات، شخصیات، اخبارات وغیرہ مختلف عنوانات کے تحت گوناگوں مفید قومی فکری جہتوں کا احاطہ کیا گیا ہے

اہلِ فکر و دانش ابھی سے اپنی کاپی محفوظ کرانے کا اہتمام فرمائیں۔

سالانہ زرِ تعاون:۔ ۵۰ روپے

مقامِ اشاعت: ۵۲۳ جہانزیب بلاک (مخدوم جہانیاں اکیڈمی) علامہ اقبال ٹاؤن۔ لاہور۔ ۱۸

تبصرۂ کتب

دائرۃ المعارف الاسلامیہ

آسیاآباد مکران کی کتب

یہ دور نشر و اشاعت کا دور ہے۔ ایک زمانہ میں کتابوں بالخصوص مذہبیات سے متعلق کتابوں کو محفوظ کرنے کے لیے لوگ بڑی محنت سے قلمی طور پر لکھواتے یا لکھتے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمان قوم کی علم دوستی نے اس سلسلہ میں بڑے جوہر دکھائے ایسی شخصیات موجود ہیں جنھوں نے درجنوں صفحات روزانہ لکھے اور اپنی حیات مستعار میں انہوں نے ہزارہا صفحات لکھے اور آج پاکستان سمیت دنیا بھر کی لائبریریوں میں اس قسم کی ہزاروں کتابیں موجود ہیں جن سے علم کے متلاشی فائدہ اٹھا رہے ہیں تاہم اب جبکہ طباعت کی سائنس پورے عروج پر ہے اور دنیا کے ہر ملک میں یہ فن آئے روز ترقی پذیر ہے تو اس سے فائدہ نہ اٹھانا ایک عظیم نعمت کی ناشکری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ پاکستان اس معاملہ میں کسی سے پیچھے نہیں اور ہر زبان میں مذہب کے حوالہ سے چھوٹی بڑی کتابیں دھڑا دھڑ چھپ رہی ہیں اور متلاشیان علم شاد کام ہو رہے ہیں۔ یہ سلسلہ بڑے اور مرکزی شہروں سے بڑھ کر اب قصبات اور دور دراز علاقوں تک پھیل گیا ہے جس کی ایک بڑی اہم اور خوبصورت مثال " دائرۃ المعارف الاسلامیہ" ہے جو بلوچستان کے ضلع مکران کے ایک قصبہ " آسیا آباد " میں واقعہ ہے اور جسے ایک مخلص و محنتی عالم دین مولانا احتشام الحق آسیاآبادی چلا رہے ہیں جو وہاں ایک اچھے تعلیمی ادارے " جامعہ رشیدیہ " کے بھی منتظم ہیں۔

اس ادارہ نے بہت سی اہم چیزیں چھاپی ہیں جن میں بلوچی ترجمہ و تفسیر کے ساتھ وہ قرآن مجید بھی شامل ہے جو بلوچستان کے دو نامور اور بزرگ علماء مولانا قاضی عبدالصمد سربازی اور مولانا خیر محمد ندوی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔

اس وقت ہمارے سامنے ادارہ کی جو مطبوعات ہیں ان میں یہ کتابیں شامل ہیں :

الف : الاجماع ۔ عربی کی یہ خوبصورت کتاب جو چوتھی صدی کے نامور عالم شیخ ابو جعفر بن محمد نیشاپوری کی تالیف ہے اصول فقہ کے مشہور مسئلہ "اجماع" سے متعلق نہیں بلکہ فاضل مولف نے فقہی ابواب کے حوالہ سے ان تمام مسائل کو جمع کر دیا ہے جو علماء امصار میں متفق علیہ ہیں جو ۶۲ جلی عنوانات اور درجنوں ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے۔

ایک فاضل عالم ابوحماد نے اس کو نہ صرف جدید طرز پر ایڈیٹ کیا بلکہ متعلقہ احادیث کی تخریج بھی کی ۔ پھر ان فقہاء کی فہرست دیدی جو مختلف مسائل میں منفرد رائے رکھتے ہیں۔ آیات قرآنیہ ، احادیث نبویہ کے انڈکس بنایا ۔ کلمات غریبہ کی فہرست دے دی اور فاضل مرتب نے جن ۱۲۹ بنیادی کتب سے مخطوطہ کے ایڈٹ کرنے میں مدد لی ان کی فہرست بھی لف ہذا ہے ۔ ادارہ کے نگران مولانا احتشام الحق نے نسخہ کی کمال درجہ کی تصحیح کا فرض سرانجام دیا اور یوں یہ کتاب چھپی ۔

ہمارے فقہی سرمایہ کا یہ عظیم خزانہ ہے اور ان لوگوں کیلئے تازیانہ جو فقہاء کے مصنوعی اختلافات کا ڈھنڈورہ پیٹتے اور انہیں مورد الزام ٹھہراتے ہیں ۔ قیمت صرف ۴۸ روپے ہے جو بہت ہی مناسب ہے ، اس کتاب کا ترجمہ وقت کی اہم ضرورت ہے امید کہ ناشر محترم اس طرف توجہ فرمائیں گے ۔

ب : ایک رسالہ " متعہ " کی تحقیق سے متعلق ہے جو شیعہ اسکول کا اہم مسئلہ ہے اور وہ حضرات یہ تأثر دیتے ہیں کہ اسلام میں بھی کسی دور میں متعہ کی اجازت رہی ۔ کراچی کے فقیہ النفس اور صاحب ارشاد بزرگ مولانا مفتی رشید احمد نے ان مغالطوں کو خوبی سے صاف کیا اور متعہ کی حقیقت واضح کی ۔ ساتھ ہی تعدد ازدواج کی حکمتوں پر قلم اٹھا کر اسلام کے نظام عدل کی وضاحت کی اور جدید شبہات کا قلع قمع کیا ۔ قیمت ۴/- روپے

ج : تیسرا رسالہ بھی مولانا مفتی رشید احمد کے قلم سے ہے جو اوزان شرعیہ کی تحقیق پر مشتمل ہے ۔ ہماری احادیث و فقہ کی کتابوں میں درہم ، مثقال اور صاع وغیرہ کا بہت ذکر آتا ہے ۔ اب اکثر کتابوں کے تراجم ہو چکے ہیں لیکن تراجم میں ان الفاظ کو اسی طرح نقل کر دیا گیا ہے ایک عام قاری اس معمہ کو حل نہیں کر سکتا ۔ مفتی صاحب نے احسان

فرمایاکہ بڑی کاوش وتحقیق سے فقہاء متقدمین کی تحقیقات اور جدید ترین آلات کو ساتھ ساتھ لے کر اس مسئلہ کو حل کر دیا ہے ۔ -/۵ روپے

د : ایک رسالہ حضرت مفتی صاحب کی چھ تقریروں پر مشتمل ہے جو ۱۳۹۱ھ میں شوال وذی قعدہ کے مہینوں میں کی گئیں یہ تقریریں جہاد ، جہاد اکبر ، مسلمان اور موت، شامت اعمال ما ، اسباب انحطاط اور مصائب کا علاج ، اور رزق باطن کے عنوانات پر مشتمل ہیں ۔ یہ وہ دور تھا جب ہمارا محبوب مشرقی پاکستان آگ اور خون کے سمندر میں غرق ہو رہا تھا ، مفتی صاحب قبلہ نے بربادیوں کے حقیقی اسباب ان مواعظ میں ذکر کر کے اصلاح احوال کے نسخے تجویز فرمائے ہیں ۔ جن کو اپنا کر امت مسلمہ اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتی ہے ۔ قیمت ۶/۷۵

ھ : کشف الغبار نام کا پانچواں رسالہ ایک بہت ہی اہم فقہی مسئلہ "سوء الاختیار" پر مشتمل ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک باپ مجبوری کے سنگین حالات میں گھر کر اپنی لڑکی — وہ بھی نابالغ — کا نکاح کر دیتا ہے تو شریعت کی نگاہ میں اس اختیار کی حیثیت کیا ہے ؟ نکاح منعقد ہو گا یا نہیں ؛ وہ لڑکی بالغ ہو کر کیا اقدام کر سکتی ہے ؟

ہمارے بعض علاقوں میں نابالغی کی شادی کا بھی رواج ہے ۔ اصولی اجازت اپنی جگہ ۔ لیکن ہر چیز جس کی اجازت ہو ، وہ پسندیدہ نہیں ہوتی ، جیسے طلاق ۔ جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ مبغوض قرار دیا ۔ ہمارے نزدیک یہی حال اس مسئلہ کا ہے جس کے عمومی نتائج اچھے نہیں ہوتے ۔

اور خاص طور پر پیش منظر ہو کہ جبر کے حالات کا شکار باپ یہ زہر پی لے تو اس کے نتائج جو ہو سکتے ہیں وہ کسی پر مخفی نہیں ۔

اس مسئلہ سے متعلق ملک کے بعض مشہور مفتی حضرات کے فتاویٰ کے علاوہ مولانا مفتی رشید احمد کا ماہر محققانہ فتویٰ اور دوسرے فتاویٰ کا تجزیہ اس رسالہ میں موجود ہے ۔ اہل علم ، وکلاء اور طلبہ کے لیے گراں قدر چیز ہے ۔ قیمت -/۴

حروف : گورنمنٹ زمیندار ڈگری سائنس کالج گجرات کا ششماہی مجلہ
شمارہ جنوری ۱۹۸۸ء ۔ تعداد صفحات ۳۶۸ ۔ قیمت غیر مذکور

کالجوں کے ادبی و علمی مجلات زیادہ تر طلبہ کی تخلیقات پر مشتمل ہوتے ہیں فکر کی پختگی اور علم کی گہرائی سے زیادہ ان کی خصوصیت ان کے مشمولات کی گوناگونی اور تنوع ہوتا ہے ۔ زیر نظر شمارہ ان خصوصیات کا ایک عمدہ نمونہ ہے ۔

حروف کا یہ شمارہ جنوری ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا اور یہ اس مجلہ کا پہلا شمارہ ہے پہلی کوشش ہونے کے لحاظ سے یہ اساتذہ اور طلبہ کی ایک کامیاب کاوش ہے جمالیاتی اعتبار سے اس شمارے میں رنگدار اوراق اور رنگدار طباعت کے اضافے کے علاوہ خطاطی کے بعض عمدہ نمونوں کی موجودگی مؤلفین کے حسن ذوق کا ثبوت اور رسالے کی تزئین کا باعث ہے ۔۔۔ رسالے میں مضامین کی ترتیب و پیشکش موزوں اور عمدہ ہے ۔ اسلامیات اور اقبالیات پر مشتمل پچاس کے قریب صفحات ایک قابل تحسین کوشش ہے اگرچہ معیار بیشتر طالبعلمانہ ہے نصابی اور غیر نصابی مشاغل کے ذکر سے کالج کا تعارف تو نہیں ہونا ہی تھا ۔ مگر گجرات شہر اور بعض شخصیتوں کے تعارف کالج سے باہر کے لوگوں کے لیے بھی دلچسپی کا باعث ہو سکتے ہیں خصوصاً "شہر گجرات بر کنار چناب" والا مضمون خاصہ معلومات افزا ہے ۔ مجلہ میں غزلیات اور منظومات کے علاوہ جو عموماً طلبہ کا پسندیدہ موضوع ہوتا ہے اس میں طنز و مزاح کا بھی کچھ مواد مہیا کرنے کی کوشش کی گئی ہے چند انگریزی نظموں کے منظوم تراجم بھی ایک کامیاب کوشش ہے ۔ بعض روزمرہ فقروں اور محاوروں کا علاقائی زبانوں پشتو ۔ پنجابی ۔ سندھی ۔ کشمیری اور بلوچی میں ترجمہ بھی ایک اچھی جدت ہے پنجاب رنگ کے لیے بھی کچھ صفحات مختص کیے گئے ہیں تعجب ہے کہ اس حصے میں لکھی گئی پنجابی گجرات کی نہیں بلکہ ماجھے کی پنجابی معلوم ہوتی ہے ۔

محض ذوق جبیں سائی کے اظہار کے لیے مجلہ میں کچھ ایسے بھرتی کے اوراق بھی ہیں جن کے پڑھنے سے شاید کسی کو بھی دلچسپی نہ ہو ۔ مگر ہمارے معاشرے میں کسی بھی "انتظامیہ" کو ان چیزوں سے مفر نہیں ۔

مجموعی طور پر یہ شمارہ قابل مطالعہ ہے ۔ اور امید کی جا سکتی ہے کہ اگلا شمارہ "نقش ثانی" ہونے کے لحاظ سے زیادہ بہتر اور زیادہ قابل تعریف ہو گا ۔

بقیہ: حرفِ اوّل

علامہ وحید الزمان خان کا مذکورہ بالا اقتباس نقل فرمانے کے بعد محترم نذر محمد صاحب قمطراز ہیں:

"مسلمان رئیس اوّل تو بہت کم باقی رہے ہیں اور جو دو چار باقی ہیں وہ بھی رات دن عیش و عشرت اور نشہ اور عورتوں کے ساتھ لہو و لعب میں مصروف ہیں اور عوام مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ علوم اور صنائع کی طرف بالکل ان کو شوق نہیں ہے۔

اللہ کے فضل سے قرآن شریف کا اُردو ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے ایسا کیا ہے کہ اس کے پڑھنے سے عام مسلمان بھی قرآن کا مطلب سمجھ سکتا ہے اور حدیث کی کتابوں کا ترجمہ بھی اس زمانہ میں شائع ہوگیا ہے۔ پس ہر ایک مسلمان کو لازم ہے کہ روز ایک رکوع یا دو رکوع قرآن شریف کے ترجمہ کے ساتھ اور ایک باب کسی حدیث کی کتاب کا ترجمہ کے ساتھ پڑھا کرے اور جہاں تک ہو سکے قرآن اور حدیث پر عمل کرنے کی کوشش کرتا رہے۔"

اہلِ پاکستان کی خدمت میں ایک قلم کار کا ہدیۂ عقیدت
سیّد قاسم محمود کے زیرِ ادارت
انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا
(ردیف وار ترتیب میں)
Encyclopedia Pakistanica
پاکستانیات کے موضوع پر چھ ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل چالیس ہزار سے زیادہ معلوماتی مضامین پر محیط نادر تصاویر، خاکے، نقشے، ردیف وار ترتیب میں ماہوار قسطوں میں فوٹو آفسٹ پر انتہائی خوبصورتی سے باقاعدگی سے شائع ہوتا ہے (فی قسط دس روپے۔ زرِ سالانہ: سو روپے) اپنے ہاکر سے کہہ دیجیے کہ وہ ہر ماہ پہلی تاریخ کو "پاکستانی کا انسائیکلوپیڈیا" آپ کے گھر یا دفتر پہنچا دیا کرے یا مندرجہ ذیل پتہ پر لکھیے:
شاہکار بک فاؤنڈیشن
حاجی بلڈنگ حسن علی آفندی روڈ کراچی فون ۲۱۸۵۱۵

اطلاع برائے
تبدیلی پتہ
تنظیم اسلامی پشاور نے اپنا دفتر درج ذیل مقام پر منتقل کرلیا ہے
اے۔۷ رحمٰن پلازہ خیبر بازار پشاور
فون: ۲۱۴۷۳۴
یہاں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی کتب و کیسٹس دستیاب ہیں۔

تصانیف ڈاکٹر اسرار احمد

اسلام اور پاکستان

کتاب		اعلیٰ	اشاعتِ عام
استحکامِ پاکستان		۴۰—۰۰	۲۵—۰۰
استحکامِ پاکستان اور مسئلہ سندھ		۱۵—۰۰	
شادی بیاہ کے ضمن میں ایک اصلاحی تحریک		۴—۰۰	۲—۰۰
اسلام کا معاشی نظام		۶—۰۰	۳—۰۰
علامہ اقبال اور ہم		۳—۰۰	
قربِ الٰہی کے دو مراتب		۱۰—۰۰	۵—۰۰
جہاد بالقرآن		۵—۰۰	
قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں		۲—۰۰	
سرافگندیم	(تنظیم کا پس منظر)	۸—۰۰	
تحریکِ جماعتِ اسلامی	(ایک تحقیقی مطالعہ)	۲۰—۰۰	۱۰—۰۰
منہج انقلاب نبوی			۲۵—۰۰
تنظیمِ اسلامی کی دعوت		۶—۰۰	
مسلمانوں کے دینی فرائض اور اسوۂ رسولؐ		۱۰—۰۰	۵—۰۰
فرائضِ دینی کا جامع تصوّر		۴—۰۰	۲—۰۰
توحیدِ عملی		۱۵—۰۰	

FEBRUARY 1989 Regd No. L. No. 8193

MONTHLY
HIKMAT_E_QURAN
LAHORE

VOL. 8
NO. 2

رفقاء و احباب نوٹ فرمالیں

اِرسال مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیرِ اہتمام

سالانہ محاضراتِ قرآنی

اِن شاء اللہ العزیز لاہور میں ۲۴ تا ۲۸ مارچ ۸۹ء

اور

تنظیم اسلامی کا
چودھواں سالانہ اجتماع

لاہور ہی میں ۲۹ اور ۳۰ مارچ کو منعقد ہوگا